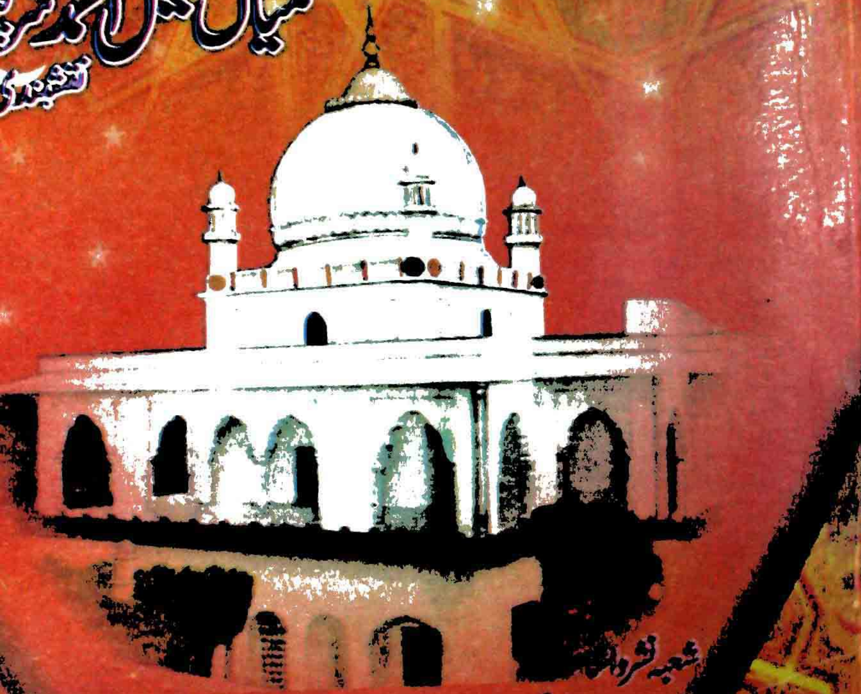
مسلکِ مجددّ الف ثانی

مرتّبہ

میاں جمیل احمد شرقپوری

نقشبندی



شعبہ نشر و اشاعت

دار المبلغین حضرت میاں صاحب

مسلک مجدد

الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

تالیف

صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی

شعبہ نشر و اشاعت

دارالمبلغین حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آستانہ عالیہ شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ۔ پاکستان

نام کتاب : مسلک مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

مصنف : صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی

کمپوزنگ : نثار بٹ

تعداد : ۱۰۰۰

صفحات : ۸۰

ناشر : دار المبلغین حضرت میاں صاحبؒ آستانہ عالیہ شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ

شفیق احمد شاکر پرنٹرز

کچا رشید روڈ نزد آئی ہسپتال لاہور

﴿ ملنے کے پتے ﴾

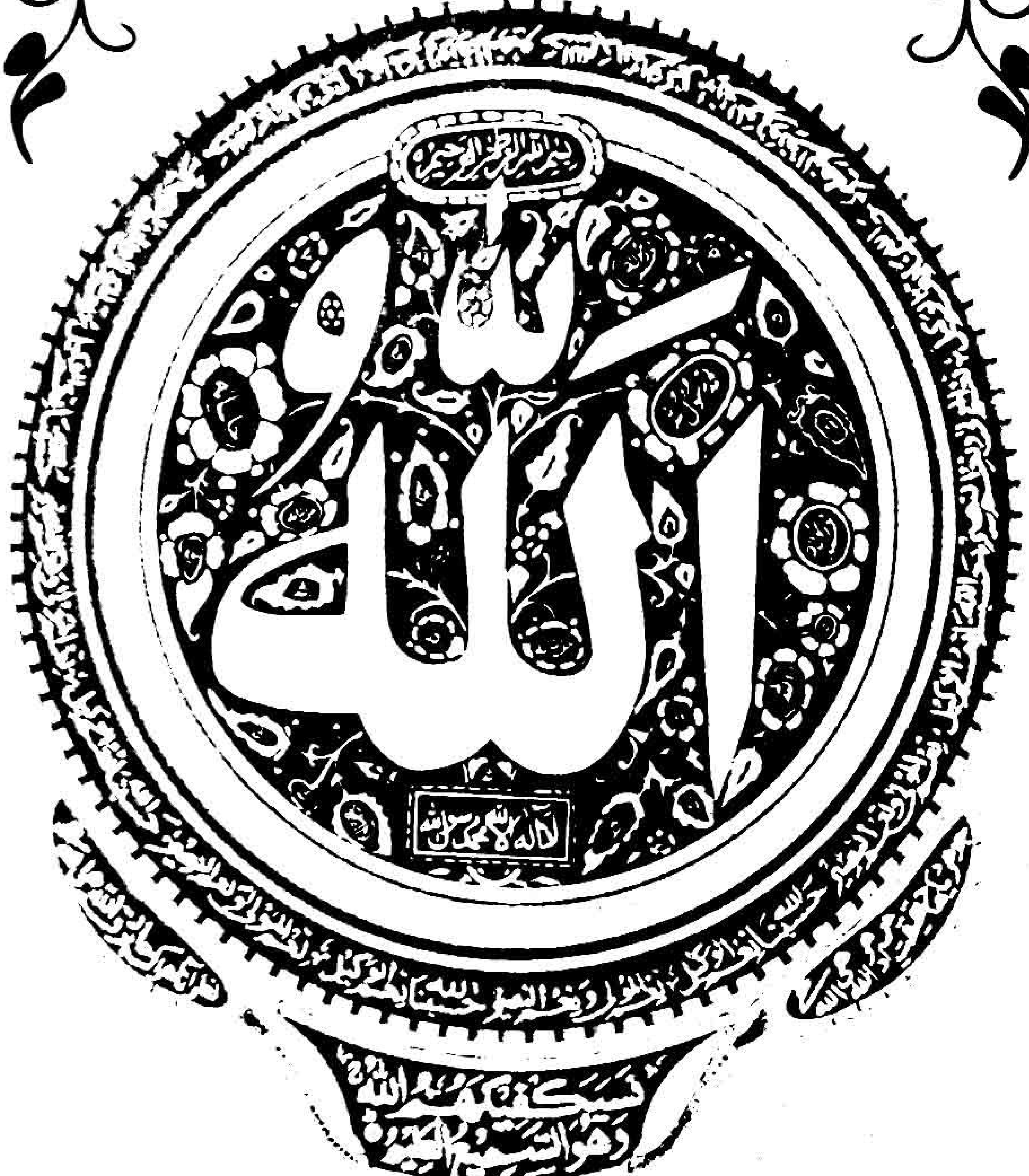
☆ مکتبہ نورِ اسلام شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ۔ فون نمبر 056-2591054

☆ دفتر ماہنامہ نورِ اسلام، کاشانہ شیر ربانی، ۱۵ اجمیری سٹریٹ ہجویری محلہ
نزد مزار داتا گنج بخش لاہور فون نمبر 042-7313356

☆ صدیقی پبلی کیشنز، اُردو بازار لاہور 0333-4357440

☆ لاثانی بک پیلس فسٹ فلورونیس مارکیٹ اُردو بازار لاہور
فون: 042-7231967,7321967

فہرست مضامین



یہ قطعہ:

اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی

نے اپنے دست مبارک سے رقم فرمایا۔

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

بسم اللہ الرحمن الرّحیم

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ خالق کائنات ہے رب کائنات ہے مالک کائنات ہے اس نے اپنی حکمت بالغہ سے کائنات کو بنایا پھر اس میں چار قسم کی مخلوق پیدا فرمائی ۔ ملائکہ (فرشتے) شیاطین، جن اور انسان ۔ انسان کو احسن تقویم میں پیدا فرمایا اور خلیفۃ الارض بنایا۔

حضرت آدمؑ اور حواؑ سے کائنات ارضی میں بے شمار مرد اور عورت پھیلا دیئے ۔ پھر ان کی ہدایت کے لیے انبیائے کرام مبعوث فرمائے ۔ آخر میں سید الانبیاء، خاتم النبیین کا ظہور قدسی ہوا۔ آپ ﷺ چونکہ آخری نبی ہیں آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اس لئے اللہ تعالیٰ نے مختلف وقتوں میں اولیائے کرام کا گروہ پیدا فرمایا۔ ان اولیاء کرام میں ہر سو سال کے بعد مجدّد پیدا فرمایا، تاکہ نوع انسانی میں عبد و معبود کے رشتے کو استوار رکھیں ۔ اولیائے کرام کا یہ سلسلہ قیامت تک جاری و ساری رہے گا۔

ظہور قدسی کے بعد ایک ہزار برس گزر گیا اور مسلمان دنیا کے مختلف ملکوں میں پھیلتے چلے گئے ۔ ہندوستان کو اولیائے کرام کی سرزمین ہونے کا فخر حاصل ہوا یہاں چونکہ اکثریت ہندوؤں کی تھی اسلئے مسلمان جب ہندوستان پر حکمران ہوئے تو ہندوؤں نے اس وقت کے بادشاہ اکبر کو گمراہ کیا۔ کچھ مفاد پرست علمائے سوء بھی انکے ساتھ شامل ہو گئے ۔ انہوں نے اکبر بادشاہ کو ایک نیا دین "دین الٰہی" کے نام سے ایجاد کرنے کا مشورہ دیا جس میں اس بات کو ہوا دی گئی کہ نبوت کا زمانہ ایک ہزار برس تھا جو گزر گیا اکبر کو خلیفۃ اللہ قرار دیا گیا۔ نبوت و رسالت کا انکار کیا گیا ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے ایک ولی کامل شیخ احمد سرہندیؒ کو مجدد بنا کر پیدا فرمایا جو بعد میں مجدّد الف ثانی کے نام سے مشہور ہوئے ۔ جس طرح رسول کریم محمد عربی ﷺ نے عالمی اور آفاقی سطح پر ایک عظیم

انقلاب پیدا فرمایا تھا اسی صراط مستقیم پر گامزن ہو کر رسول کریم ﷺ کی اتباع سنت کی روشن مثال پیش کرتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانیؒ نے ہندوستان میں ایک عظیم انقلاب برپا کیا۔ انہوں نے دو جابر سلطانوں کا مقابلہ کیا۔

جہانگیر نے آغاز میں تو اپنے والد کے مشن کو جاری رکھا لیکن بعد میں حضرت مجدد کی عظمت کا معترف ہو گیا۔ حضرت مجدد نے اپنی مساعی جمیلہ سے دین الٰہی کے نئے عقیدے کو جڑ سے اکھاڑ ڈالا۔ نبوت اور رسالت کے عقیدے کو از سر نو روشن اور اجاگر کیا۔ شعائر اسلام کو حیات تازہ بخشی چنانچہ ان کے فیضان سے گلشن اسلام میں پھر سے بہار آ گئی۔

حضرت مجددؒ کو اگرچہ سلسلہ چشتیہ اور سلسلہ قادریہ کا روحانی فیضان حاصل تھا لیکن انہوں نے اپنی تمام تر جدوجہد سلسلہ نقشبندیہ کے فروغ کے لئے وقف کر دی۔

آپ نے بے شمار وزراء، امراء کو خطوط لکھے اپنے بہت سے خلفاء کو ہدایات دے کر دوسرے علاقوں میں بھیجا اور تبلیغ اسلام کا اہم فریضہ احسن طریقہ سے انجام دیا۔

حضرت مجدد نے تبلیغ واشاعت اسلام کے لئے برصغیر (ہندو پاکستان) ایران، افغانستان، روس، چین، ترکی اور یمن وشام تک اپنے تبلیغی وفود بھیجے۔ آپ کے دور میں اور آپ کے بعد آپ پر متعدد کتابیں لکھی گئیں لیکن آہستہ آہستہ زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگ آپ کی مساعی کو بھول گئے بالخصوص مغربی ممالک میں آپ کا تعارف مفقود ہو گیا۔ چونکہ راقم الحروف کو اعلیٰ حضرت شیر ربانیؒ اور اپنے والد گرامی (میاں غلام اللہ ثانی لا ثانیؒ) سے روحانی فیضان حاصل کرنے کی سعادت حاصل ہوئی اور ان دونوں عظیم ہستیوں نے حضرت مجدد کے مشن کو فروغ دینے میں عظیم خدمات انجام دی تھیں تو مجھے بھی حضرت مجدد کی تصانیف پڑھنے کا موقع میسر آیا۔ مکتوبات مجدد کا مطالعہ کرنے کے دوران راقم الحروف کو حضرت مجدد کے قابل فخر کارناموں اور لوگوں کی بے اعتنائی کا شدت سے احساس ہوا چنانچہ بفضلہٖ تعالیٰ 1960 میں شیخوپورہ میں مجدد کانفرنس منعقد کرنے کا اہتمام کیا۔ یہ بارش کا پہلا قطرہ تھا پھر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے پاکستان میں مختلف مقامات پر

یوم مجدد منائے جانے لگے۔ یہ خیال بھی آیا کہ پڑھے لکھے لوگوں میں مجدد کی تعلیمات وافکار کو کتابی صورت میں پیش کیا جائے۔ چنانچہ راقم الحروف نے ارشادات مجدد کے نام سے 250 سے زیادہ صفحات پر مشتمل ایک کتاب شائع کی جس کی اہمیت سید حامد لطیف چشتی نے عرض ناشر میں ان الفاظ میں بیان کی ہے:

''امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہ السامی نے مسلمانان ہند کو ملت کی جداگانہ حیثیت کا احساس دلایا۔

وہ دوقومی نظریے کے بانی ہیں۔انہوں نے آمریت اور شہنشائیت کے ہر جور کا مقابلہ کیا مگر پائے استقلال میں لغزش کے تصور کو باطل کر دیا اور اس طرح ابطال باطل کی بے مثال نظیر پیش کی ،ملت اسلامیہ کی انفرادیت کی حفاظت کی۔''متحدہ قومیت'' کے فراڈ کے پرخچے اڑا دیئے۔قوم پر ان کے احسانات کی فہرست بے حد طویل ہے۔

اولیائے کرام سے محبت وعقیدت بے حد ضروری ہے لیکن اصل بات ان کی تعلیمات وارشادات پر عمل ہے۔یہ کیا بات ہوئی کہ ہم کسی سے عشق کا دعویٰ بھی کریں اور اس کی دکھائی ہوئی راہ پر چلنے سے محترز بھی رہیں کسی کی باتیں ہماری زبانوں پر ہوں مگر اس کی تعلیمات یا اس کے کردار سے ہم صرف نظر کریں۔محبت وعقیدت کے داعیوں کو ممدوح ومحبوب کے ارشادات پر عمل اور اس کے کردار کی پیروری لازم ہے۔

شیخ المشائخ حضرت میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری مدظلہ فیضان مجددؒ کو گھر گھر پہنچانے میں کوشاں ہیں۔انہوں نے دلوں کی زرخیز زمینوں میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کی محبت کے گل بوٹے کھلائے ہیں اور بنجر زمینوں کو امام ربانیؒ کے سیماب فیض سے جل تھل کر دیا ہے۔ عہد حاضر میں انہوں نے ملت اسلامیہ کے تشخص کا پیغام عام کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔وہ برصغیر میں اس پیغام کے سب سے بڑے داعی ،حضرت مجددؒ کی تعلیمات کے سب سے بڑے مبلغ ہیں۔ خداوند لایزال انہیں عمر خضر عطا فرمائے۔اگر ان کی سرپرستی اور مہربانی شامل حال نہ ہوتی تو حامد

اینڈ کمپنی ''ارشادات مجدد شائع کرنے کی سعادت سے بہرہ مند کیسے ہوسکتی تھی''۔

9 مارچ 1975 کو برکت علی محمڈن ہال لاہور میں ایک عظیم الشان مجدد کانفرنس منعقد کی گئی جس کی روداداور دواہم مقالوں کی اشاعت ''مقالات یوم مجددؒ'' کے نام سے عمل میں آئی۔لوگوں کے ذوق کے پیش نظر ایک کتابچہ مسلک مجدد کے نام سے شائع کیا گیا۔اس کتابچہ کو وہ مقبولیت حاصل ہوئی کہ لاکھوں کی تعداد میں زیور طبع سے آراستہ ہوکر لوگوں میں تقسیم ہوا۔صوبہ سرحد میں لوگوں کے ذوق وشوق کے پیش نظر گل محمد گلزئی نقشبندی مجددی نے اردو سے اس کا پشتو زبان میں ترجمہ کیا جس سے سرحد کے لوگوں میں حضرت مجددؒ کے تعارف کو فروغ حاصل ہوا۔ذوق وشوق رکھنے والے اہل علم وفضل کے لئے جو حضرت مجددؒ کے عظیم کارناموں کا تفصیلی مطالعہ کرنے کی آرزو رکھتے ہیں ماہنامہ نور اسلام کا مجدد الف ثانیؒ نمبر تین جلدوں میں شائع کیا گیا۔

ڈاکٹر مسعود احمد نقشبندی مجددی مکان شریفیؒ نے بھی حضرت مجددؒ کے افکار میں عظیم کردارادا کیا ہے چنانچہ 2002ء میں تعلیمات مجددیہ کو عام کرنے کے لئے امام ربانی فاؤنڈیشن کی بنیاد رکھی۔10اپریل 2005 کو عظیم الشان مجدد کانفرنس کراچی میں منعقد کی۔جہاں امام ربانی کے نام سے 14یا15 جلدیں شائع ہوچکی ہیں ان کا ارادہ تھا کہ 25 جلدوں میں مشتمل انسائیکلوپیڈ یا تیار کیا جائے اور ایک عظیم الشان مجدد کانفرنس منعقد کی جائے لیکن زندگی نے وفا نہ کی۔

راقم الحروف کو اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت عطا فرمائی کہ برطانیہ میں گزشتہ 30 برس سے مجدد کانفرنس منعقد ہورہی ہیں۔راقم الحروف کو اپنی علمی بے انضباطی کا کامل اعتراف ہے شیر ربانیؒ کا ارشاد ہے کہ ''نیک اعمال اللہ تعالیٰ کی رحمت سے سرزد ہوتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کی رحمت، اس کے رسول رحمت ﷺ کی نگاہ کرم اور بزرگان دین کے روحانی فیضان سے اللہ تعالیٰ نے راقم الحروف کو یہ سعادت بخشی کہ ماہنامہ نور اسلام کا گولڈن جوبلی نمبر تین جلدوں میں شائع ہوا جس کی جلد دوم ''امام ربانی مجدد الف ثانیؒ'' کے لئے مختص کی گئی۔

اگرچہ یہ فتنوں کا دور ہے ہر طرف سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زہر اگلا جارہا ہے

لیکن قادر مطلق خدائے بزرگ و برتر **جل شانہ** کا یہ وعدہ یقیناً سچا ہے کہ وہ دین حق اور ہدایت کے اس نور کو پھیلا کر غالب کرے گا۔ارشاد باری ہے:

(ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق

لیظھرہ علی الدین کلہ و لو کرہ المشرکون)

''خواہ مشرکین کے لئے یہ کتنا ہی ناگوار ہو'' اہل علم وفضل سے اپیل ہے کہ وہ دین حق اور حضرت مجددؒ کے عظیم کارناموں کو منظر عام پر لانے کے لیے زیادہ سے زیادہ مضامین تحریر فرمائیں۔ حضرت مجددؒ پر نہ صرف ریڈیو اور رسائل وجرائد میں بلکہ انٹرنیشنل سطح پر ٹی وی پر پروگرام منعقد ہونے لگے ہیں اور فیضان مجددؒ کو روز بروز فروغ حاصل ہونے لگا ہے فالحمدللہ۔

''مسلک مجددؒ'' کی مقبولیت کے پیش نظر اس میں چند نئے خوشگوار اضافے کرنے کے بعد اب از سر نو شائع کیا جارہا ہے تا کہ ملت کے ایک عظیم محسن کے قابل فخر کارناموں کے ذکر سے دلوں میں ولولہ تازہ پیدا کیا جائے۔ میں اپنے احباب اور معاونین کرام کا شکر گزار ہوں جنہوں نے شبانہ روز محنت سے مضامین کی فراہمی اور طباعت کے مختلف مراحل میں خوشگوار تعاون کیا۔کتاب کی اشاعت کے تمام مراحل میں پروفیسر خالد بشیر، علیم تفضل، خالد محمود نقشبندی، شفیق احمد شاکر، جناب سعید احمد صدیقی اور شیراز فیض بھٹی (ایڈووکیٹ) معاون رہے۔اللہ تعالیٰ اپنے فضل عمیم سے ان سب کو اجر عظیم عطا فرمائے۔آخر میں بارگہ صمدیت میں التجا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس محدود کوشش کو شرف قبول بخشے اور قارئین کرام کو بھی بیش از بیش مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی

گدائے آستانہ عالیہ شیر ربانیؒ وثانی لاثانیؒ

شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ

جب دنیا میں کفر وطغیان، شرک و بدعت کی گھٹا ٹوپ آندھیاں چھا جاتی ہیں، اس وقت رب ذوالجلال والاکرام اپنے فضل وکرم سے اپنے برگزیدہ بندے پیغمبروں کو مبعوث فرماتا ہے اور وہ اس دنیا میں آکر بدعقیدگی اور کفر وطغیان کا مقابلہ کرتے ہیں اور مخلوق خدا کو گمراہی کے عمیق غاروں سے نکال کر صراط مستقیم پر گامزن کرتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کا یہ سلسلہ سیدنا آدم علیہ السلام سے شروع ہوکر سیدنا نوح علیہ السلام سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے ہوتا ہوا حضور پرنور جناب سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ تک منتہی ہوتا ہے۔ جناب رسالت مآب ﷺ قصر نبوت کی آخری اینٹ اور سید المرسلین اور خاتم النبین ہیں۔ حضور پرنور سرکار مدینہ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ چونکہ یہ سلسلہ رشد وہدایت جاری رہنا ہے اور سرکار مدینہ ﷺ خاتم نبوت ہیں اس لیے یہ کام حضور پرنور ﷺ کے غلاموں یعنی اولیاء کرام بالخصوص مجددین کے سپرد ہوا۔ ہر سو سال کے بعد ایک مجدد پیدا ہوتا ہے۔ مجدد اپنے وقت میں حضور پرنور سرکار مدینہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا عملی نمونہ ہوتا ہے۔ وہ حضور رسالت مآب ﷺ کی اتباع میں عزم واستقلال عزیمت واستقامت کا پیکر بن کر دین کی تجدید کرتا ہے۔ ایک ہزار سال کے بعد ایک بڑا مجدد پیدا ہوتا ہے جو دین میں نئی روح پھونکتا ہے اور شرک و بدعت کا قلع قمع کر کے دین کو اپنے اصلی رنگ میں پیش کرتا ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ ۱۴ شوال ۹۷۱ھ بروز جمعہ سرہند شریف میں پیدا ہوئے۔ حضرت کا نام نامی شیخ احمد رکھا گیا۔ حضرت کا سلسلہ نسب ستائیس واسطوں سے حضرت فاروق اعظمؓ سے ملتا ہے۔

بہت سے بزرگوں نے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کے درودِ

مسعود کے بارے میں پیشگوئیاں فرمائیں۔ حضور پیران پیر دستگیر محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ مراقبہ کے بعد فرمایا کہ میں نے عالم واقعہ میں ایک نور مشاہدہ کیا ہے اس کا ظہور مجھ سے پانچ صد سال بعد ہوگا۔ اس ہستی کا نام شیخ احمد ہوگا ان کے ذریعہ دین اسلام کی تجدید ہوگی۔ سیدنا غوث پاکؒ نے اپنا خرقہ مبارک خدام کے سپرد کیا اور فرمایا جب امام ربانی، مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کی بعثت ہو تو یہ خرقہ ان کو دیا جائے۔

چنانچہ یہ خرقہ مبارک مختلف ذریعوں سے ہوتا ہوا سلسلہ کے نامور بزرگ حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ کے پوتے حضرت شاہ سکندر قادری قدس سرہ العزیز کے پاس پہنچا اور ان سے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ کو ملا۔

تعلیم:

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ نے پہلے اپنے والد محترم حضرت شیخ عبدالاحدؒ سے تعلیم حاصل کی۔ سترہ برس کی عمر تک اکثر علوم میں مہارت حاصل کر لی۔

حضور پرنور سرکار مدینہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق کہ دو شخص کبھی سیر نہیں ہوتے۔ ایک علم کو چاہنے والا اور دوسرا مال کا خواہشمند چنانچہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کی علمی پیاس نہ بجھی تو گھر سے نکلے اور وطن مالوف سرہند شریف کو خیر باد کہا اور سیالکوٹ آکر مولانا کمال کشمیری سے جو اپنے وقت میں بڑے عابد اور زاہد تھے تعلیم حاصل کی۔ حدیث کی بعض کتابیں مولانا یعقوب کشمیری سے پڑھیں۔ سیالکوٹ میں ہی حضرت ملا عبدالحکیم سیالکوٹیؒ نے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کے کمالات دیکھ کر ان کی بیعت کر لی۔ ۲۱ برس کی عمر میں مزید علوم و معارف سے بہرہ ور ہو کر سرہند شریف آئے اور مسند درس و تدریس پر جلوہ افروز ہو گئے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کے والد ماجد حضرت شیخ عبدالاحدؒ، شیخ رکن الدین بن شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے خلیفہ مجاز تھے جو سلسلہ چشتیہ کے

نامور بزرگ تھے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ سلسلہ عالیہ چشتیہ میں اپنے والد بزرگوار علیہ الرحمتہ سے بیعت ہوئے۔ حضرت پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر گیلانی محبوب سبحانی سرکار بغدادؒ کا فیض قادریہ بوسیلہ خرقہ غوثیہ حاصل کیا۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کو حج اور زیارت مدینہ منورہ کا بہت شوق تھا چونکہ حضرت مجددؒ کے والد ماجد ضعیف العمر تھے ان کی خدمت حج وزیارت میں مانع تھی۔

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ:

حضرت خواجہ سید رضی الدین محمد باقی باللہؒ حضرت خواجہ امکنگیؒ سے بیعت ہوئے۔ سید محمد باقی باللہؒ نے کابل میں ایک خواب دیکھا کہ ایک طوطی ان کے ہاتھ پر بیٹھا ہے۔ حضرت نے اس کے منہ میں شکر ڈالی ہے۔ حضرت باقی باللہؒ نے اس خواب کی تعبیر اپنے مرشد کامل حضرت خواجہ امکنگیؒ سے دریافت فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ طوطی سے مراد ہندوستان کا ایک شخص ہے جو آپ کے فیض سے مشرف ہوگا اور جس کا فیض دنیا بھر میں پھیلے گا۔

حضرت باقی باللہؒ پشاور اور لاہور سے ہوتے ہوئے دہلی تشریف لا کر اقامت گزیں ہو گئے اور بہت تھوڑے عرصے میں حضرت خواجہ کی شہرت اطراف واکناف میں پھیل گئی۔

حضرت خواجہ عبدالاحدؒ کا وصال ہوا تو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ نے سفر حج کے لیے رخت سفر باندھا۔ جب دہلی پہنچے تو شیخ کشمیری نے جو خواجہ باقی باللہؒ کے مخلص دوست تھے، خواجہ موصوف کے فضائل بیان کیے اور زیارت کی ترغیب دی۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ جب زیارت کے لیے حاضر ہوئے تو وہیں کے ہو کے رہ گئے۔ حضرت خواجہ باقی باللہؒ نے ملاقات کرتے ہی فرمایا

یہی وہ شخص ہے جس کے لیے میں کابل سے آیا ہوں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نے حضرت باقی باللہ کی بیعت کا شرف حاصل کیا۔ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ کو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ پر بڑا ناز تھا۔ ایک دوست کو خط میں اس کا اظہار فرماتے ہیں۔ شیخ احمد مردیست از سرہند کثیر العلم وقوی العلم روزے چند فقیر با اونشست برخاست کرد عجائب بسیار از روزگار اوقات او مشاہدہ نمود بآں ماند کہ چراغے شود کہ عالم ہا ازو روشن گردد الحمد للہ تعالیٰ احوال کاملہ او مرا بہ یقین پیوستہ۔ (مقامات امام ربانی صفحہ 11)

ترجمہ۔ شیخ احمد سرہند کے رہنے والے ہیں۔ وہ کثیر العلم اور قوی العلم ہیں فقیر نے چند روز ان (شیخ مجدد) سے مجلس کی ہے۔ اس دوران ان سے بہت سے عجائبات دیکھنے میں آئے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ چراغ کی طرح روشن ہوں گے جن سے جہان روشن ہوگئے الحمد للہ کہ ان کے احوال کاملہ نے مجھے اس امر کا یقین دلا دیا ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ سرہند شریف میں مسند رشد و ہدایت پر جلوہ افروز ہوئے تو مخلوق خدا اطراف و اکناف سے آکر حلقہ ارادت میں شامل ہونے لگی اور بڑے بڑے عمال و حکام آپ کے مرید ہوگئے۔

عہد اکبری اور دین الٰہی:

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کی ولادت باسعادت اکبر کے عہد حکومت میں ہوئی۔ اکبر کے گرد ملا مبارک کے فرزند ابوالفضل اور فیضی کچھ پنڈت اور دیگر مذاہب کے لوگ اکٹھے ہوگئے اور اس کے مشیر بن گئے۔ ان مشیروں نے اکبر کو بڑے غلط راستہ پر ڈال دیا اور ایک نئے مذہب کی ضرورت پر زور دیا۔ چنانچہ ان مشیروں کے ایماء پر مختلف مذاہب کے چند اصولوں کے مجموعے کا نام ''دین الٰہی'' مقرر کیا گیا، دین الٰہی میں پیشانی پر قشقہ لگایا جاتا، جینو پہنے جاتے، مسجد اور مندر کا رتبہ ایک قرار دیا گیا، بادشاہ کو خدا کا

اوتار کہا جانے لگا اور اس کے لیے سجدۂ تعظیم روا رکھا گیا۔

حضرت مجدد الف ثانی اور دین الٰہی کی مخالفت:

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ جس وقت مسند ارشاد پر متمکن ہوئے فتنہ دین الٰہی شب و روز ترقی پر تھا۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ ان گمراہ کن حالات میں کیسے خاموش رہ سکتے تھے۔ حضرت مجدد نے رام اور رحیم ایک' کے نظریے کی واشگاف انداز میں مخالفت کی اور فرمایا کہ ملت ماجدا گانہ است۔ حضرت نے دین الٰہی کا رد کیا اور فتویٰ صادر فرمایا کہ سجدہ تعظیم ناجائز ہے۔ مسلمانوں کے لیے بارگاہ ایزدی کے سوا کسی کے سامنے سجدہ ریز ہونا ممنوع ہے۔

دربار جہانگیری میں تشریف آوری:

اکبر کے بعد اس کا بیٹا جہانگیر سریر آرائے سلطنت ہوا۔ وہ بھی باپ کے نقش قدم پر تھا۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ تبلیغ حق میں شب و روز مشغول تھے۔ حضرت کا حلقہ ارادت روز بروز وسیع سے وسیع تر ہو رہا تھا۔

جہانگیر کے درباریوں نے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کے خلاف جہانگیر کے کان بھرنے شروع کر دیے اور اکسانے لگے کہ یہ شخص تیری سلطنت کے خلاف سازش کر رہا ہے۔ سجدہ تعظیم کو ناجائز کہتا ہے وہ دن دور نہیں جب تیری سلطنت پر قابض ہو جائے گا۔ یہ اپنے ہمنواؤں کی فوج تیار کر رہا ہے۔ چنانچہ جہانگیر نے حضرت مجددؒ کو اپنے دربار میں بلایا۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ دربار جہانگیر میں تشریف لائے۔ حضرت مجدد نے مسنون طریقہ پر السلام علیکم کہا جہانگیر نے آداب شاہانہ اور سجدہ

تعظیم کا مطالبہ کیا۔ اس پر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کے فاروقی خون نے جوش مارا۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ ایک گمراہی ہے کہ انسان کسی انسان کو سجدہ کرے۔ میرا سر بارگاہ صمدیت کے سوا کسی غیر کے آگے نہیں جھک سکتا۔ جہانگیر یہ صدائے حق سن کر بہت گھبرایا کہ یہ معاملہ کس طرح نپٹ جائے۔ میری بات بھی رہ جائے چنانچہ اس نے اپنے درباریوں سے مل کر یہ تجویز کیا کہ میں فلاں کمرے میں بیٹھتا ہوں اور حضرت کو اس کھڑکی سے گزار کر اندر لایا جائے۔ حضرت تو محض گزرنے کے لیے جھکیں گے میری بات بھی اس بہانہ سے بن جائے گی۔ جہانگیر کے عمال حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کو مقررہ کھڑکی کے پاس لے کر گئے اور اندر گزرنے کو کہا، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ معاملہ کو جان گئے، حضرت نے گزرنے کے لیے پہلے اپنا ایک پاؤں گزارا پھر دوسرا اس طرح حضرت اندر تشریف لے گئے۔ جہانگیر کو حضرت کے پاؤں دکھائی دیئے۔ اس نے اس کو اپنی ہتک تصور کیا اور طیش میں آ کر اس کی پاداش میں حضرت کو قید کرنے کا حکم دیا۔

گوالیار کا قلعہ اور ایام اسارت:

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ کو گوالیار کے قلعے میں قید کر دیا گیا جو کہ حکومت کے باغیوں کے لیے مشہور تھا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح جیل میں ہزار ہا گمراہوں کے لیے رشد و ہدایت کا مینار ثابت ہوئے۔ حضرت کے فیوض و برکات سے ہزار ہا فاسق فاجر، متبع سنت ہو گئے اور ہزاروں غیر مسلم مسلمان بن گئے۔

نتائج:

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی نے حضرت مجدد الف ثانیؒ

کی مساعی جمیلہ کے اثرات کو نہایت جامعیت سے بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

جہانگیر کے دور حکومت میں شیخ احمد سرہندی المعروف بہ مجدد الف ثانیؒ آگے آئے۔ آپ کی مسلسل کوششوں سے تحریک احیائے دین کا آغاز ہوا۔ چنانچہ اس انقلاب وتبدیلی کے نتیجے میں سیاسی سطح پر جو کوششیں کی گئیں وہ اکبر، جہاں گیر، شاہ جہاں اور اورنگ زیب عالمگیر کے درباروں کی بدلتی ہوئی فضاؤں میں مطالعہ کی جاسکتی ہیں۔ اکبر بادشاہ آزاد خیال اور الحاد کا نقطہ عروج تھا۔ جہانگیر کی تخت نشینی سے اس آزاد خیالی کا زوال شروع ہوتا ہے۔ شاہ جہاں اگرچہ ایک پارسا سنی مسلمان تھا اور دربار میں کسی قسم کی مذہبی ڈھیل برداشت نہیں کرتا تھا تاہم اس نے غیر سنیوں کو بھی مطمئن رکھا۔ اورنگ زیب عالمگیر سنیت کا نشان نصرت تھا۔

(بحوالہ فاضل بریلوی اور ترک موالات از پروفیسر محمد مسعود احمد، ایم اے، پی ایچ ڈی، شائع کردہ مرکزی مجلس رضا لاہور)

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی رہائی:

جہانگیر کی بیٹی کو خواب میں سرکار دو جہاں حضور پرنور جناب رسالتمآب ﷺ کی زیارت ہوئی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے جہانگیر کی بیٹی کو فرمایا کہ ہم تمہارے باپ سے ناراض ہیں کہ اس نے ہمارے ایک مقرب نور نظر امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کو قید کر رکھا ہے۔ جہانگیر نے جب یہ خواب سنا تو بہت متاثر ہوا، جہانگیر نے حضرت مجددؒ سے اپنی کوتاہیوں اور نافرمانیوں کی معافی چاہی اور حضرت کی رہائی کے احکام صادر کیے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ نے فرمایا کہ میں اس وقت تک جیل سے باہر نہ آؤں گا جب تک میری یہ شرائط منظور نہ کی جائیں۔ تمام مسمار شدہ مساجد کی از سر نو تعمیر کی جائے۔ کفار سے شریعت محمدیہ کے مطابق جزیہ لیا جائے۔ مسلمانوں سے ذبیحہ گاؤ کی پابندی ہٹالی جائے۔ دربار میں سجدۂ تعظیم بند کیا جائے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ

احمد سرہندیؒ کی یہ تمام شرائط مان لی گئیں اور حضرت جیل سے باہر تشریف لے آئے۔

وفات:

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ نے وفات سے چند ماہ قبل یہ فرمانا شروع کر دیا کہ جناب رسالتمآب ﷺ اس دنیا میں ۶۳ سال جلوہ افروز رہے تو پھر ان کا غلام اس عمر سے زیادہ کس طرح رہ سکتا ہے۔ حضرت عبادات اور ریاضات کی وجہ سے بیمار ہو گئے۔ ضیق النفس کا شدید حملہ ہوا لیکن اس بیماری میں بھی حضرت کے معمولات اور عبادات میں فرق نہ آیا۔ وفات سے ایک روز قبل اپنے اہل خانہ اور خدام سے فرمایا کہ آج کی رات میری آخری رات ہے۔

چنانچہ ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء کو فجر کے بعد ۶۳ برس کی عمر میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ واصل بحق ہو گئے۔

صورت از بے صورتی آمد بروں

باز شد انا الیہ راجعون

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ

(پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی، سابق صدر شعبہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور)

امام ربانی، مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندیؒ کے حضور میں علامہ اقبالؒ نے خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا:

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

علامہ اقبال نے اس ایک شعر میں عہد اکبری اور عہد جہانگیری کی پوری تاریخ کو اجمالی طور پر سمو دیا ہے اور اس اضطراب و انتشار اور ان خطرات و حوادث کی طرف لطیف اشارہ کیا ہے جو اس وقت ملت اسلامیہ کو درپیش تھے اور جس کے نتیجے میں ''سرمایۂ ملت'' اس قدر غیر محفوظ ہو گیا تھا کہ رحمت خداوندی جوش میں آئی اور شیخ احمد سرہندیؒ جیسی شخصیت ابھری جس نے سرمایہ ملت کی نگہبانی کا واقعی حق ادا کیا اور جسے سب سے پہلے علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی نے مجدد الف ثانیؒ کا لقب دیا اور آج پوری دنیا انہیں مجدد الف ثانیؒ کے نام سے یاد کرتی ہے۔ آج کی اس مجلس میں میری گذارشات کا مقصد اوّلاً اس امر کا جائزہ پیش کرنا ہے کہ سرمایہ ملت کس حد تک غیر محفوظ ہو گیا تھا اور ثانیاً یہ کہ آپ نے اس کی نگہبانی کا فریضہ کس طرح ادا فرمایا۔ اس بات سے یہ بات بھی واضح طور پر سامنے آ جائے گی کہ آپ کو مجدد عقیدت کی بناء پر کہا جاتا ہے یا حقیقت کی بناء پر۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں اکبر کے متعلق لکھا ہے:

"It is well known that he broke away from Orthodox Islam":

اسلام سے رشتہ توڑنے پر جس سے جوڑا، اب اس کے متعلق لکھا ہے:

"He recommended for this the Sun or its earthly counter part fire"

ایک اور مستشرق گیرٹ Garret نے عہد اکبری کی Mughal Rules in India کے صفحہ ۸۰ پر جو تصویر پیش کی ہے حسب ذیل ہے:

"The study of Arabic was discouraged. The practice of shaving the beared was introduced. The Muslim era changed for a solar year. The customs of prostration before the King was also introduced to the disgust of orthodox muslims. No new mosques were built and the old ones were not repaired. Akbar's mode of life on the whole ceased to be that of a muslim, and constantly approached to the Hindu idea of Dharma as modified by himself."

لیکن عہد اکبری کی اس تصویر کو دیکھ کر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں نے حضرت مجدد کی مشہور تصنیف "اثبات النبوۃ" کے اردو ترجمے کے مقدمے میں پیش کی ہے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے عہد اکبری کا جو خاکہ پیش کیا ہے، اس کی چند جھلکیاں ملاحظہ ہوں "ابوالفضل اور فیضی بلکہ ان کے باپ ملا مبارک کی وجہ سے دین اور پھر نبوت پر اعتراضات شروع ہو چکے تھے اور بے دین مصنفین نے اپنی تصانیف سے نعت خارج کر دی تھی۔ انہی ایام میں ابوالفضل نے حضرت مجدد کی موجودگی میں حضرت امام غزالیؒ کو نامعقول کہا تھا اور آپ بے تاب ہو گئے تھے۔

نماز، روزہ اور شعائر اسلام کو "تقلیدات" یعنی عقل کے خلاف سمجھا گیا۔ ابوالفضل کی نگرانی میں محل کے اندر عبادت کے لیے ایک آتش خانہ تیار ہوا۔

نصاریٰ کی طرح ناقوس، صور تثلیث اور ان کی تعریفیں اکبر کا وظیفہ تھیں۔ برہما، مہادیو، بشن، کشن، مہامانی وغیرہ کی تعظیم کی جاتی۔

سورج کی عبادت دن میں چار مرتبہ کی جاتی۔ سورج کے ایک ہزار ایک نام کی مالا

جپی جاتی۔قشقہ لگایا جاتا۔آگ، پانی، درخت اور تمام مظاہر فطرت حتیٰ کہ گائے اور اس کے گوبر کی پوجا خود بادشاہ کرتا۔خنزیر کو (معاذ اللہ) خدا کے حلول کا مظہر جانتا۔گائے کا گوشت حرام اور خنزیر اور شیر کا گوشت مباح قرار دیا۔سود، شراب اور جواء حلال سمجھا گیا۔خود کو سجدہ کراتا تھا اور دیگر شعائر اسلام کی جو توہین کی گئی وہ حیطہ تحریر میں لا نہیں سکتا۔''

بدایونی نے دین الٰہی کی جو تفصیل پیش کی ہے یہ ہے:

''اس دین میں شامل ہونے والوں کا کلمہ ''لا الٰہ الا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ'' تھا، جو لوگ اس دین میں باضابطہ داخل ہوتے ان کو مذکورہ بالا کلمہ کے ساتھ حسب ذیل عہد نامہ کا اقرار کرنا پڑتا تھا۔

من کہ فلاں ابن فلاں ہوں، اپنی خواہش و رغبت اور دلی شوق کے ساتھ دین اسلام مجازی اور تقلیدی سے (جو باپ دادوں سے دیکھا اور سنا تھا) علیحدگی اور جدائی اختیار کرتا ہوں اور اکبر شاہی دین الٰہی میں داخل رہتا ہوں۔ (جلد دوم ص ۲۷۳)

''اسلام کی ضد پر خنزیر اور کتے کے ناپاک ہونے کا مسئلہ منسوخ کیا تھا اور شاہی محل کے نیچے دونوں جانور زیارت کے لیے رکھے گئے کہ ان کا دیکھنا بھی عبادت تھا۔تناسخ پر یقین کیا گیا اور عربی پڑھنا عیب سمجھا گیا''۔

قرآن کو مخلوق، وحی کو محال، معراج اور شق القمر کو غلط کہا گیا۔

احمد، محمد، مصطفیٰ جیسے نام تبدیل کیے جانے لگے۔

ہندو تو ہندو ہی تھے، ہندو مزاج مسلمان بھی حضور انور ﷺ کی نبوت کے منکر ہو گئے'' دین اسلام کے دشمنوں نے جب کبھی بھی اسلام کو سرنگوں کرنیکی مذموم کوششیں کی ہیں ان کا سب سے بڑا حربہ یہی رہا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مسلمان کی وابستگی کو مضمحل کر دیا جائے۔

چنانچہ جہاں ہندوؤں نے شان رسالتمآب میں طعن و تشنیع سے کام لینا شروع کر دیا وہاں بعض مسلمانوں نے ابوالفضل اور شیخ مبارک کے اثر سے نبوت سے انکار کر دیا اور کہا

کہ توحید کے عقیدے کی موجودگی میں رسالت پر ایمان ضروری نہیں۔ حضرت مجدد نے نبوت کی ضرورت و اہمیت پر ایک رسالہ ''اثبات النبوۃ'' تحریر فرمایا اور مضمحل اور ڈگمگاتے ہوئے ذہنوں کو از سر نو استحکام بخشا۔

حضرت مجدد کا ایک اور بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے تصوف کو جس میں عجمی رنگ پیدا ہو چکا تھا نکھار کر پیش کیا اور شریعت اور حقیقت کی اہمیت بیان فرمائی اور اس امر پر زور دیا کہ ''طریقت و حقیقت خادمان شریعت اند'' تاکہ مکاشفات اور مشاہدات اور وجدان محویت میں جو کیفیت و حلاوت حاصل ہوتی ہے اس کی تمام تر بنیاد شریعت پر ہو۔ وہ نہ ہو کہ محبت کی وادی میں سالک راہ شریعت کے جادۂ مستقیم سے بھٹک کر راہ ضلالت اختیار کر لے۔ اس سلسلے میں یہ ذکر بھی بے حد ضروری ہے کہ اس وقت تصوف کے تین سلاسل چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ ہندوستان میں موجود تھے۔ نقشبندیہ سلسلہ کو جو حضرت باقی باللہؒ ہندوستان میں لے کر آئے۔ اصل فروغ حضرت مجددؒ نے ہی دیا۔

اس سلسلے میں حضرت مجددؒ نے ایک اور بڑا کارنامہ یہ انجام دیا کہ تصوف میں وحدت الوجود نظریے کے بجائے وحدت الشہود کے نظریے کو پیش فرمایا جو سراپا جوش اور حرکت ہے تاکہ امت مسلمہ ایک فعال اور موثر کردار ادا کر سکے۔ علامہ اقبالؒ نے خواجہ حسن نظامی کو ایک خط میں یہ الفاظ لکھے تھے۔

''آپ کو یاد ہوگا کہ جب آپ نے مجھے سرّ الوصال کا خطاب دیا تھا تو میں نے آپ کو کہا تھا کہ مجھے سرّ الفراق کہا جائے۔ اس وقت بھی میرے ذہن میں یہی امتیاز تھا جو حضرت مجدد الف ثانیؒ نے کیا ہے''۔

حضرت مجددؒ کا ایک بہت بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے ملی تشخص کو ابھارا۔ ہندوؤں کی تاریخ کے عمیق مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس قوم نے انتہائی مکاری سے بدھ دھرم، جین دھرم اور پارسیوں کو اپنے اندر اس طرح جذب کر لیا تھا کہ ان کا نام و نشان

تک باقی نہ رکھا۔ ان کی مذموم کوشش یہ تھی کہ مسلمانوں کو بھی اسی طرح اپنے اندر جذب کرا لیا جائے۔ حضرت مجددؒ نے شعائر اسلامی کے سلسلے میں انتہائی مثبت اقدام فرمایا۔ قید و بند کی صعوبتیں جھیلیں اور اس وقت تک رہا ہونے سے انکار کر دیا جب تک شعائر اسلامی کو از سر نو بحال نہ کیا جائے چنانچہ جہانگیر کو اس امر پر مجبور ہونا پڑا۔ اسی ملی تشخص کے ابھارنے سے دو قومی نظریہ کو جلا ملی جو ظہورِ پاکستان پر منتج ہوا۔

حضرت مجددؒ کا ایک گرانقدر کارنامہ یہ بھی ہے کہ آپ نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے اسلامی نظام کو از سر نو منظم کیا۔ آپؒ نے امراء، رؤساء، حکام، سپہ سالاران، مجاہدین، علماء اور مشائخ کو تبلیغی خطوط لکھے۔ آپؒ نے شہنشاہ وقت کو بیش قیمت مشورے دیے اور تبلیغی وفود کو اندرون ملک بھجوایا۔

حضرت مجددؒ کی ان تمام مساعی جمیلہ کا اگر جائزہ لیا جائے تو یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ آپ کے سامنے اقتدار، جاہ و حشمت، زر و مال اور حصول سلطنت بالکل ہیچ تھے۔ ورنہ جب جہانگیر کو قید کر لیا گیا تھا آپ بڑی آسانی سے سلطنت پر قابض ہو سکتے تھے آپ نے سپہ سالار کو لکھا کہ بادشاہ کی تعظیم و احترام حسب سابق بجا لائیں اور یہ واضح کر دیا کہ آپ کا مقصد وحید اور مشن صرف یہی ہے کہ احیاء کلمۃ اللہ کا فریضہ بجا لایا جائے اور بس۔ آپ کے مکتوبات شریف کے مضامین اور وہ علوم و معارف اور اسرار و رموز جو آپ نے اس میں بیان کیے ہیں کو دیکھ کر انسان حیران و ششدر رہ جاتا ہے اور آپ کے تبحر علمی اور آپ کے مقاصد اعلیٰ کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں آپکی مساعی جمیلہ کے نتائج کو قلمبند کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ایسے حالات میں حضرت مجدد الف ثانیؒ نے خان خاناں، صدر جہاں، خان اعظم، خان جہاں، مہابت خاں'' تربیت خاں، اسلام خان، دریا خان، سکندر خاں، مرتضٰی خاں جیسے امراء کو اپنے حلقہء ارادت و عقیدت میں داخل کر کے بادشاہ کی توجہ دین کی طرف مبذول

کرانے کی کوشش کی۔ بالآخر جہانگیر نہ صرف معتقد ہوا بلکہ اپنے بیٹے خرم کو حضرتؒ سے بیعت کرایا۔ سجدہ تعظیمی موقوف ہوا۔ گائے کا ذبیحہ پھر شروع ہوا، جو مسجدیں منہدم ہوگئی تھیں وہ دوبارہ تعمیر ہوئیں اور جس قدر خلاف شرع قوانین رائج تھے سب منسوخ ہوئے۔ فن مصوری جو عہد جہانگیر میں بام عروج کو پہنچا ہوا تھا وہ فن تعمیر اور فن خطاطی کی طرف منتقل ہوا۔ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں فقہ کی سب سے بڑی کتاب فتاویٰ عالمگیری مرتب ہوئی۔ دربار میں علماء اور فضلاء کو جگہ ملی پھر حضرت کے شاگردان سلسلہ میں شاہ ولی اللہ دہلوی، حضرت مظہر جان جاناں شاہ غلام علی جیسے بزرگوں نے دینی خدمات انجام دیں۔

آخر میں لکھتے ہیں: ''دین سے متعلق جتنے مسائل ۱۰۰۱ھ سے آج تک کھڑے ہوئے ہیں اور آئندہ بھی دوسرے ہزارہ کے اختتام تک کھڑے ہوں گے ان سب کا حل صراحۃً یا کنایۃً مکتوبات شریف میں موجود ہے۔ اس سے بڑھ کر آپ کے مجدد الف ثانیؒ ہونے کا اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے''۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ النبی الکریم

سلسلہ مجددیہ کا ایک تُرک مصنف

(ڈاکٹر امین اللہ وثیر، سابق پروفیسر شعبہ عربی اورینٹل کالج لاہور)

بال جبریل میں حضرت علامہ اقبالؒ نے ''پنجاب کے پیرزادوں'' سے خطاب کرتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانیؒ کا ذکر خیر اس طرح کیا ہے:

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمی احرار
وہ ہند میں سرمایہء ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

آج ہم یہاں جمع ہو کر سرمایہء ملت کے اسی نگہبان کی یاد منا رہے ہیں، جس نے الحادوزندقہ کے تاریک دور میں ایمان وایقان کی بنیادوں کو استوار کیا۔ میرے اس مختصر سے مقالے کا موضوع حضرت مجدد اور ان کے سلسلہ عالیہ کے بعض متوسلین کی چند تصانیف کا اجمالی خاکہ پیش کرنا ہے لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تصانیف کا ذکر کرنے سے پہلے خود سلسلہ عالیہ کے ذکر سے روح کو سرشار کر لیا جائے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی بدر الدین ابوالبرکات شیخ احمد سرہندی فاروقی ۱۴ شوال ۹۷۱ھ مطابق جولائی ۱۵۶۴ء کو تولد ہوئے۔ سات سال کی عمر میں قرآن حکیم حفظ کرنے کے بعد ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد شیخ عبدالاحد سے حاصل کی۔ حدیث کی سند مولانا

یعقوب کشمیری سے لی اور معقولات کی تحصیل کے لیے سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ یہاں وقت کے باکمال عالم القاضی الشیخ کمال الدین بن موسیٰ الحنفی الکشمیری کہ جامع علم وعمل اور پیکر زہد وتقویٰ تھے، کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔

زبدۃ المقامات میں ہے

''بیشتر علوم رانزد پدر بزرگوار خودواند کے راپیش بعضے علماء کبار آں روزگار گزرانیدہ اند وبسیالکوٹ نیز رفتہ نزد مولانائے محقق مولانا کمال کشمیریؒ کہ ازفحول دانشوران متورع بود بعضے کتب مشکلہ راچوں عضدی وامثالہ خواندہ بود، وبعض کتب احادیث رانزد شیخ یعقوب کشمیری علیہ رحمتہ گزرانیدہ بودند، وایں شیخ یعقوب از خلفائے بزرگ شیخ معظم وقطب مکرم شیخ حسین خوارزمی کبروی قدس سرہما بود۔'' (زبدۃ المقامات، ص: ۱۲۸)

ملا کمال ۹۷۱ھ میں گورنر کشمیر حسین سے ناراض ہوکر سیالکوٹ چلے آئے تھے اور پھر وہاں ایک لمبے عرصے تک درس وتدریس میں مشغول رہے۔ سیالکوٹ کے علاوہ لاہور میں بھی مسند درس کو زینت بخشی اور اسی شہر میں ۱۰۱۷ھ میں راہی ملک بقا ہوئے، ملا کمال کے بارے میں تاریخ کشمیر اعظمی میں حسب ذیل مصرع تاریخ وفات ملتا ہے۔

عاشق حق، قطب وتاج اولیاء، ملا کمال

حدائق الحنفیہ میں آپ کی تاریخ وفات ''حدیقہء فیض'' سے نکالی گئی ہے اور صاحب خزینۃ الاصفیاء نے تاریخ وفات کے یہ دو مصرعے کہے ہیں۔

شمع نور، عارف بگو تاریخ او
نیز سالک، تاج عرفانی کمال

اتنے بلند پایہ استاد کی صحبت سے جنہوں نے کسب فیض کیا ہو۔ وہ بھی صاحب

کمال ہونے چاہییں۔ چنانچہ ملا کمال کشمیری کے تلامذہ کی فہرست میں حضرت مجدد الف ثانیؒ پاک و ہند کے عظیم فلسفی ملاّ عبدالحکیم سیالکوٹی اور شاہجہان کے وزیر باتدبیر ملا سعد اللہ کے نام شامل ہیں۔

حضرت مجددؒ کے مقام عالی شان سے کون واقف نہیں۔ اقبال نے انہیں صاحب اسرار کہا ہے ان کے خواجہ تاش ملا عبدالحکیم سیالکوٹی بھی برصغیر پاک و ہند میں بسنے والی امت مسلمہ کے عظیم فرزند تھے۔ ان کی بہت سی تصانیف میں سے یہاں صرف الدرۃ الثمینہ المعروف بالرسالۃ الخاقانیہ کا صرف نام لینا ہی کافی ہے جو علم باری تعالیٰ، حدوث وقدم عالم اور حشر ونشر جسمانی جیسے دقیق مسائل پر یونانی فلسفیوں اور ان کے متبعین کے مقابلے میں خالص قرآنی اور اسلامی نقطہ نظر کی ترجمانی ہے اور جسے امام غزالیؒ کی تہافت الفلاسفہ کے سلسلے کی ہی ایک مضبوط کڑی سمجھنا چاہیے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ اور مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کی مختلف مقامات پر ملاقاتوں کا پتا چلتا ہے۔ مختلف مآخذ کے مطالعہ سے یہ حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے کہ یہ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی ہی تھے کہ جنہوں نے حضرت شیخ احمد سرہندی کو ''مجدد الف ثانی'' کے خطاب سے یاد کیا۔

ڈاکٹر برہان احمد فاروقی نے اپنی کتاب ''مجدد کا نظریہ توحید'' میں یہی لکھا ہے اور اس کی تائید خواجہ محمد ہاشم کے بیان سے بھی ہوتی ہے اور ان کے الفاظ یہ ہیں:

''راقم حروف گوید مرا بردل خطور میکرد کہ اگر یکے از اعاظم علماء وقت ایں معنی را کہ حق سبحانہ حضرت ایشاں را مجدد الف ساختہ مسلم مے داشت تائید عام بود، تاروزے بایں خطرہ بخدمت حضرت ایشاں رسید، بایں حقیر خطاب نمودہ فرمودند کہ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کہ در علوم عقلیہ ونقلیہ وتصانیف علیہ چوں او، الحال در دیار ہند نمی نماید کتابے بما نوشتہ بود و تبسم نمودہ فرمودند یکے از اں فقرات مدحیہ ایں بود کہ ''مجدد الالف الثانی''

(زبدۃ المقامات، ص: ۱۷۶)

بعض تذکروں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مولانا، حضرت مجدد سے ملاقات کے لیے سرہند بھی تشریف لے گئے اور بہت دنوں تک وہاں قیام کیا بلکہ اس موقع پر آپ نے مجدد صاحب سے بیعت بھی کی ان کے مرید بنے اور حضرت مجدد نے انہیں آفتاب کے لقب سے نوازا۔ (تذکرہ علماء ہند ص ۱۱۰)

معلوم ہوتا ہے کہ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کو حضرت مجدد سے بے پناہ عقیدت تھی اور وہ اپنے زور قلم سے حضرت کی تائید واعانت اور ان کے مخالفین کی تردید کا فریضہ سرانجام دیا کرتے تھے۔ مولانا عبدالحئی لکھنوی نے نزہۃ الخواطر میں کشف الغطاء کے حوالہ سے لکھا ہے کہ انہوں نے '' سند العلماء افضل الفضلاء مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کے اپنے قلم سے مندرجہ ذیل عبارت لکھی ہوئی دیکھی تھی جس میں حضرت مجدد الف ثانی '' کے مخالفین کے بعض شکوک وشبہات کا پرزور طریقے سے رد کیا گیا تھا۔

'' قدح کردن در سخن بزرگان بے مراد ایشاں جہل است ونتیجہ نیک نہ دارد،
پس رد کلام مشیخیت پناہ عرفان دستگاہ شیخ احمد از جہل ونافہمیدگی است''

کتبہ الفقیر عبدالحکیم (نزہۃ الخواطر، جزو خامس، ص: ۴۸)

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مولانا نے اپنے بزرگ دوست اور پیر کی تائید اور تجدید الف ثانی کے اثبات میں ایک رسالہ بھی تحریر کیا تھا جس کا نام '' دلائل التجدید '' رکھا۔

روضہ قیومیہ میں اس رسالے کے بارے میں لکھا ہے کہ اس میں مولانا نے نہایت قوی دلائل اور براہین سے کام لیا ہے۔ (روضہ قیومیہ، ج ۱، ص ۱۴۹)

مولانا محمد میاں لکھتے ہیں:

'' مولانا عبدالحکیم صاحب سیالکوٹی جو مشہور معروف جلیل القدر عالم ہیں ابتدا میں

حضرت مجددؒ کے مخالف تھے۔ایک روز حضرت مجدد صاحب کوخواب میں دیکھا کہ آپ نے مولانا عبدالحکیم صاحب کومخاطب فرما کر یہ آیت پڑھی قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ (کہو اللہ، پھر ان کو چھوڑ دو) اس آیت کے سنتے ہی حضرت شیخ کا جذب اور شوق الٰہی دل میں جگہ کر گیا اور فوراً قلب سے ذکر جاری ہو گیا۔ جب خواب سے بیدار ہوئے تو دیکھا کہ قلب سے ذکر جاری ہے۔اس کمال وتصرف کو دیکھ کر ساری مخالفت ختم ہو گئی۔حضرت مجدد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور باقاعدہ سلسلہ میں داخل ہوئے اور روحانی کمالات حاصل کیے''۔

اس سلسلہ میں خواجہ محمد ہاشم کا بیان حسب ذیل ہے:

''مخفی نماند کہ ایں مولانائے مذکور شبے درواقعہ حضرت ایشاں را دیدہ بود کہ ایں آیت بردخواندہ اند قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ بعد از دید ایں واقعہ بخدمت ایشاں آمدہ تعلیم گرفت واز مخلصان حقیقی گشت، پس پیش از ملازمت صوریہ می گفت کہ اویسی حضرت ایشانم''

(زبدۃ المقامات،ص:۱۸۶).

بعض تذکروں میں ایک اور واقعہ بھی مندرج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا عبدالحکیم اور حضرت مجدد کی دوستی کی بنیادیں بہت گہری تھیں اور مولانا اکثر وبیشتر مجدد صاحب کے ہاں آیا جایا کرتے تھے۔خواجہ محمد عبیداللہ مروج الشریعۃ،فرزند خواجہ محمد معصوم بن مجدد الف ثانیؒ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

''سات سال کا سن تھا کہ مولانا عبدالحکیم صاحب سیالکوٹی تشریف لائے آپ نے امتحاناً فرمایا: گویائی زبان کی صفت ہے دل ایک پارچہ گوشت ہے وہ کس طرح ذکر کرسکتا ہے ہفت سالہ طفل نے جواب دیا زبان بھی پارچہ گوشت ہے جس قادر مطلق نے زبان کو گویائی عطاء کی وہی قلب کوقوت ذکر عطا فرماتا ہے۔

مولانا نے فرمایا ''نبیرہ مجدد کو ایسا ہی ہونا چاہیے''۔ (علمائے ہند کا شاندار ماضی، ج۱ ص۳۸۰)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کی شخصیت ان عظیم المرتبت شخصیتوں میں سے ہے جنہوں نے اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں اور جن کی حیات دنیوی کا مقصد ہی صرف یہ تھا کہ کفر و شرک اور الحاد و ضلالت کی آندھیوں کا مقابلہ کر کے اللہ کے بتائے ہوئے صراط مستقیم ''اسلام'' پر گامزن ہوا جائے اور دوسروں کو بھی اسی کی طرف بلایا جائے۔ حضرت مجددؒ نے مغل بادشاہ اکبر کی ایجاد کردہ گمراہی کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور جہانگیر کو سر تسلیم خم کرنے پر مجبور کر دیا۔

یہ انہیں کی عظیم شخصیت تھی جس نے اکبری الحاد و بدعات کا قلع قمع کیا۔ تصوف کو حقیقتاً تزکیہ قلب کا ذریعہ ثابت کیا اور شریعت و طریقت کی دوئی کے غلط تصور کو ملیا میٹ کر کے یک جان و یک قالب کی حقیقت کو آشکارا کیا۔

تجدید و احیائے دین کی تاریخ میں مجدد الف ثانیؒ کا نام سدا جگمگاتا رہے گا اور ان کی مخلصانہ کوششیں ہر دور میں فرزندان اسلام کے لیے مشعل راہ کا کام دیتی رہیں گی۔

حضرت مجدد کے مکتوبات شریفہ بلاشبہ چشمہ ہدایت ہیں اور احیائے شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی ایک عظیم اور کامیاب و کامران کوشش۔ ان کے تراجم مختلف زبانوں میں ہو چکے ہیں۔ عربی ترجمہ مصر سے چھپا تھا۔ جدید ترکی زبان (بحروف رومن) میں مکتوبات امام ربانی کا ترجمہ راقم الحروف نے ترکیہ میں دیکھا۔ آپ کا رسالہ مبدا و معاد بھی آپ کی تعلیمات عالیہ کا آئینہ دار ہے اور اسی طرح آپ کے عظیم المرتبت فرزند خواجہ محمد معصومؒ کے مکتوبات بھی جو تین جلدوں پر محیط ہیں خالص اسلامی تصوف اور شریعت کی بے داغ تعلیمات کا خزینہ بیش بہا ہیں۔

حضرت مجددؒ اور ان کی اولاد و احفاد اور خلفائے عظام کی مساعی جمیلہ کی بدولت اور اس بناء پر بھی کہ خود سلسلہ عالیہ کی تعلیمات، احکام شریعت کے مطابق اور انہیں کے نور سے مقتبس تھیں، سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ بسرعت تمام برصغیر پاک و ہند سے نکل کر دور دراز

کے اسلامی ممالک تک پھیل گیا۔ سلطنت عثمانیہ کے عہد میں ترکیہ کے مختلف علاقوں میں اس سلسلے کے کئی تکیے رشد و ہدایت کی روشنی پھیلانے میں مصروف تھے۔ افسوس کہ اس صدی کے تیسرے عشرے میں جب غیروں کی سازشوں اور اپنوں کی ''مہربانیوں'' کے طفیل بساط خلافت لپیٹ دی گئی تو نئی حکومت نے تصوف کے تمام سلسلے جبراً ممنوع قرار دیے اور اس طرح سلسلہ مجددیہ کو بھی ظاہر طور پر کام کرنے سے رک جانا پڑا۔ لیکن راقم کا یہ ذاتی مشاہدہ ہے کہ سالہا سال کی جبری بندش بھی ترک قوم کے مزاج دینی اور ذوق متصوفانہ کا خاتمہ نہیں کر سکی اور اب تو الحمد للہ ترکیہ میں رجوع الی الاسلام کی تحریک کھل کر سامنے آ چکی ہے اور حکومت و سیاست میں بھی اس کی گونج سنائی دینے لگی ہے۔

سلطنت عثمانیہ میں سلسلہ مجددیہ کی ترویج و اشاعت کا سہرا شیخ خالد کردی کے سر ہے وہ مرزا مظہر جان جاناںؒ کے خلیفہ شاہ غلام علی دہلویؒ کے تلامذہ میں سے تھے، انہوں نے دہلی میں حاضر ہو کر شاہ غلام علی سے تکمیل رشد و ہدایت کی آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور واپس جا کر روم، شام عراق، عرب اور کردستان وغیرہ میں حضرت مجدد کی تعلیمات کو فروغ دیا۔

سلسلہ مجددیہ نقشبندیہ کے ایک اہم رکن خواجہ محمد باقر بن شرف الدین لاہوری تھے جنہیں حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے خلفاء میں سے بتایا جاتا ہے۔ خواجہ محمد باقر کے حالات زندگی تذکروں میں بہت کم ملتے ہیں اور تعجب کی بات یہ ہے کہ خود اس سلسلے کے تذکرہ نگاروں نے بھی اس طرف کچھ زیادہ توجہ نہیں دی حالانکہ ان کی کتاب کنز الہدایات، مکشف البدایات والنہایات ایک اہم تصنیف ہے جسے متعلقین سلسلہ میں بڑی قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے، ان کی دیگر تصانیف قرآن حکیم کی ایک تفسیر موسومہ منتہی الایجاز لکشف الاعجاز (بزبان عربی) اور دام حق (فارسی منظوم بجواب نام حق) غیر مطبوعہ ہیں۔

کنھیا لال نے ایک بزرگ مفتی محمد باقر کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ شاہجہانی

عہد میں ایک نامی مفتی محمد باقر تھا جس کی اولاد کا اب نام و نشان نہیں ، صرف ایک محلہ چوہٹہ مفتی محمد باقر اس کے نام سے مشہور ہے۔ (تاریخ لاہور ص ۲۵۶)

نقوش "لاہور نمبر" میں پروفیسر علم الدین سالک مرحوم نے بھی مختصر الفاظ میں ان بزرگ کا ذکر کیا ہے، وہ لکھتے ہیں ۔

یہ بھی لاہور کے ممتاز اور معزز علماء میں شمار ہوتے تھے۔ آپ کے نام پر چوہٹہ مفتی باقر اب تک موجود ہے اور یہیں آپ کا مزار بھی ہے۔

"بزم تیموریہ" میں لکھا ہے ملا شرف الدین لاہوری، لاہور کے مفتی کے عہدے پر مامور تھے، ان کے صاحبزادے ملا محمد باقر بھی صوری و معنوی خوبیوں سے آراستہ تھے۔ عالمگیر ان سے بھی خسروانہ نوازشوں سے پیش آتا تھا۔ (بزم تیموریہ ص ۲۵۱)

برصغیر کے علماء و فضلاء کے مشہور و معروف تذکرہ نزہۃ الخواطر میں راقم کو محمد باقر لاہوری کا نام نہیں ملا۔ البتہ شرف الدین لاہوری کا ذکر علماء قرن حادی عشر کے تحت مندرجہ الفاظ میں کیا گیا ہے ۔

الشیخ العالم الفقیہ المفتی شرف الدین اللاہوری کان من الفقہاء الحنفیہ و کان حُلو المنطق ، فصیح الکلام حسن الاخلاق ، ولی الافتا بمدینۃ لاہور فی ایام عالمگیر فاستقل مدۃ حیاتہ ، مات سنۃ سبع وثمانین والف

(نزہۃ الخواطر ، الجزء الخامس ص ۱۶۵)

اسمعیل پاشا البغدادی نے صرف دو سطروں میں ملا محمد باقر کا ذکر کیا ہے:

الشیخ محمد باقر بن شرف الدین اللاہوری النقشبندی الصوفی

(ہدیۃ العارفین ۲:۲۹۲)

وہ خود "کنز الہدایات" اور اپنی تفسیر قرآن "منتھی الایجاز" میں اپنے آپ کو

العباسی الحسینی اللاھوری لکھتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ سلسلہ مجددیہ کے بہت سے بزرگوں کے ساتھ ان کے تعلقات بڑے گہرے تھے، اس کی شہادت اس بات سے ملتی ہے کہ ''مکتوبات خواجہ معصوم'' اور ''مکتوبات خواجہ سیف الدین'' میں ان کے نام لکھے گئے بہت سے مکاتیب بھی موجود ہیں۔

کنزالہدایات خواجہ محمد باقر کی اہم ترین تصنیف ہے۔ یہ کتاب جسے حضرت مجدد صاحب کے مکتوبات گرامی اور رسالہ مبدا و معاد اور مکتوبات خواجہ محمد معصوم کا لب لباب کہنا چاہیے پہلی مرتبہ امرتسر سے اور پھر قیام پاکستان کے بعد لاہور سے شائع ہو چکی ہے اور سالکان وطالبان سلسلہ انیقہ نقشبندیہ مجددیہ'' کے لیے لازمی سمجھی جاتی ہے۔

(ملاحظہ کیجیے میرا مقالہ: ''ملا محمد باقر لاہوری'' دی اورینٹل کالج میگزین لاہور، شمارہ مارچ، جون ۱۹۷۲)

اس اہم تصنیف کا ایک عربی ترجمہ راقم الحروف کو قیام استنبول کے دوران مشہور عالم کتب خانہ ''سلیمانیہ'' میں دستیاب ہوا تھا۔ مترجم ایک ترک عالم الشیخ محمد الحفظی بن الشیخ ولی الدین ہیں خود بھی ''طریقہ علیہ نقشبندیہ'' کے خلفاء میں سے تھے۔

(ترجمہ موسومہ حرز العنایات ترجمہ کنزالہدایات (مخطوطہ) ورق ۷۵ ب)

وسطِ ایشیا میں

سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کا عروج: مجددی مشائخ اور خلفاء کی نظر سے
(۱۶ ویں تا ۱۸ ویں صدی عیسوی میں)

پروفیسر ڈاکٹر ساجدہ سلطانہ علوی (کینیڈا)
تلخیص و ترجمہ: سید جمیل احمد رضوی
(ریٹائرڈ چیف لائبریرین پنجاب یونیورسٹی لاہور)

ماوراء النہر کے علماء و مشائخ شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے حقوق ہم دور افتادہ اور پس ماندوں بلکہ ہندوستان کے تمام مسلمانوں پر اس قدر ہیں کہ تحریر و تقریر میں نہیں آ سکتے۔ اہل سنت و جماعت کے عقائد اور آراء صائبہ کے موافق اعتقاد کی درستی اور علماء حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مذہب کے بموجب عمل کی صحت انہی بزرگواروں کی تدقیقات و تحقیقات سے حاصل ہوئی ہے اور طریقہ دعلیہ صوفیہ قدس سرہم کا سلوک بھی اس ملک میں اسی مکان شریف سے میسر ہوا ہے۔ شیخ احمد سرہندی (۱)

اس طرح سلسلہ نقشبندیہ کی مجددیہ شاخ کے بانی نے وسط ایشیا سے ہندستان میں نقشبندیہ سلسلہ کی منتقلی (شجرکاری) کے بارے میں ذکر کیا۔ شیخ سرہندیؒ کے خاندانی اور روحانی اخلاف آنے والی صدیوں میں اپنی وسطی ایشیائی میراث پر مسلسل فخر کرتے رہے ہیں اور تحریروں میں اپنی پسماندگی کا اعتراف بھی کرتے رہے ہیں۔

تصوف کا نقشبندیہ سلسلہ جو جنوبی ایشیا میں قدرے بعد میں آنے والی شاخ ہے، ۱۶ ویں صدی کے شروع میں مغلوں کے ساتھ یہاں آیا۔ اس سلسلے کی مجددیہ شاخ کو جس نے ہندوستان میں ترقی کی، وسطی ایشیا کے ساتھ اپنے روابط کا اعتراف کرنے میں کبھی ناکام نہیں ہوئی۔ دوسرا بڑا عامل جس نے ہندوستانی مسلمانوں کے رشتہ کو وسطی ایشیا کے ساتھ مضبوط بنانے میں خدمات سرانجام دیں وہ ترک اسلامی میراث تھی جس نے ہند اسلامی معاشرہ تشکیل دیا۔ محمود غزنوی (م ۴۲۱ھ.....۱۰۳۰ء) کے اخلاف جنہوں نے ہندوستان کی سرزمین میں ترک اسلامی میراث کے بیج بوئے، لیکن مغلوں کے آنے سے یہ اپنے عروج پر پہنچی جو مغل وسطی ایشیاء فاتح امیر تیمور لنگ (عہد حکومت ۷۷۱ـ۸۰۵ھ..... ۱۳۷۰ـ۱۴۰۵ء) کے اخلاف تھے اور مغلوں کے زوال کے بعد یہ (میراث) کافی دیر تک موثر رہی۔ یہ زوال ۱۱۱۹ھ.....۱۷۰۷ء میں شروع ہوا تھا۔ (۲)

اصل مقالہ انگریزی زبان میں ہے۔اس کی تلخیص اُردو زبان میں شائع کی جارہی ہے۔ یہ مقالہ درج ذیل کتاب میں شائع ہوا:

Reason and Inspiration in Islam, Theology, Philosophy and Mysticism in Muslim Thought: Eassys in Honour of Hermann Landolt. Edited by Todd Lawson, (London: I.B. Tauris Publisher's 2005), PP. 418-431

نقشبندیہ اور نقشبندیہ مجددیہ نے جدید دور میں کچھ عالمانہ اور فاضلانہ توجہ حاصل کی ہے لیکن وسطِ ایشیا میں نقشبندیہ مجددیہ کے بارے میں زیادہ نہیں لکھا گیا۔اس مطالعہ کے لیے دو تازہ مقالات متعلقہ ہیں جن کو Buehler اور Foltz نے لکھا ہے۔ بوہلر Buehler مغلیہ ہندوستان میں وسطی ایشیائی مجددیہ میراث کی موجودگی کا سراغ لگاتا ہے اور ان عوامل کی نشاندہی کرتا ہے جنہوں نے سلسلہ نقشبندیہ کو ہندوستان اور وسط ایشیا میں ہر دل عزیز بنایا (۳)۔ فولٹز (Foltz) کا مقالہ وسطی ایشیائی مجددیہ کے مغل حکمرانوں کے ساتھ تعلقات کا خاکہ پیش کرتا ہے (۴)۔ زیرِ نظر مطالعہ (مقالہ) ان دو مقالات کا تتمہ ہے اگرچہ یہ صرف ابتدائی اور اکتشافی نوعیت کا ہے اور اس کا انحصار بعض اہم ہندوستانی مجددیہ تحریروں پر ہے۔

شیخ احمد سرہندیؒ جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے، نے اس حقیقت پر فخر کیا کہ نقشبندیہ صوفی سلسلہ نے برصغیر میں وسط ایشیا سے جڑ حاصل کی اور ۱۷ ویں صدی عیسوی میں مجددی شاخ کی عظیم اصلاح کے ساتھ وسط ایشیا میں لوٹ گیا۔ شیخ سرہندیؒ ایک روحانی پیر، ایک روحانی مرشد اور ایک مکمل زندہ صوفی تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے نظام کائنات (قیوم۔قطب الاقطاب) کی حمایت کا کام سونپا تھا جن کے معاصرین کی اکثریت ان کا بہت ادب واحترام کرتی تھی اور بعض نے ان پر تنقید بھی کی تھی۔ بعد میں آنے والی نسل (اخلاف) ان کو ہندوستان میں اجتماع ضدین کی اُبھرتی ہوئی لہر کے سامنے سرمایہ اسلام۔سرمایہ ملت کا نگہبان سمجھتی ہے۔(۵)

ایک معاصر فاضل، عبدالحکیم سیالکوٹی (م ۱۰۶۷ھ......۱۶۵۷ء)، نے شیخ سرہندیؒ کو مجدد الف ثانی ؒ کا لقب دیا۔ شیخ سرہندیؒ کے پوتے عبدالاحد (م ۱۷۱۴ء) نے وسطی ایشیائی اسلام پر اپنے دادا کے اثرات کو ان کے مجدد ہونے کے ایک شاہد کی حیثیت سے دیکھا۔ انھوں نے اپنے دادا کی شعوری کوشش کو سراہا جو اُنھوں نے مشرق اور مغرب میں اپنے خیالات کی ترویج واشاعت کے لیے کی جس سے بہت سے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے اور ان ہزاروں مسلمانوں کی مذہبی رسوم اور عقائد کی اصلاح ہو گئی۔

باہمی جماعتی روابط (The Networking)

تمام دستیاب ماٰخذ شیخ سرہندیؒ کے اتحاد عالم اسلامی کے پیغام کی اپیل اور مجددی طریقہ کی اشاعت کے لیے ان کے خلفاء کے باہمی روابط کے نظام پر زور دیتے ہیں: تجدید کے ۱۴۱۰ ویں سال ستر خلفاء ترکستان اور قپچاق کی طرف محمد خان طالقانی کی قیادت میں بھیجے گئے۔ چالیس یمن، شام اور روم (ترکی) کی طرف فرخ حسین کی نگرانی میں بھیجے گئے اور شیخ احمد برکی نے توران، بدخشان اور خراسان کی جانب تین بڑے خلفاء کی راہنمائی کی۔

مکتوبات کی پہلی جلد جس کو شیخ یار محمد جدید طالقانی نے مرتب کیا تھا، کی تکمیل کے بعد اس کے بہت سے نسخے تیار کیے گئے اور ان کو ایران، توران اور بدخشان میں پھیلایا گیا جس سے اچھا اثر ہوا (٦)۔ یہاں پر دی گئی خاص تفاصیل ثانوی ماٰخذ سے ماخوذ ہیں جن کی جانچ پرکھ مشکل ہے، لیکن یہ شیخ سرہندیؒ کے سوانح نگاروں کی آراء سے مماثلت و مطابقت رکھتی ہیں۔ قابل اعتماد بنیادی ماخذ میں دو سوانح حیات ہیں زبدۃ المقامات اور حضرات القدس (٧) جن کو شیخ سرہندیؒ کے دو نہایت ممتاز خلفاء نے علی الترتیب لکھا ہے۔ محمد ہاشم کشمی (١٠٥٤ھ ١٦٤٤ء) (٨) اور بدر الدین سرہندی (زندہ در ١٠٤٨ھ......١٦٤٨ء) (٩) عہد مغلیہ کے ہندوستان کی سوانح نگاری کے رواج کے مطابق وہ شیخ سرہندی کے افغانستان اور وسط ایشیاء میں بڑے بڑے خلفاء کے مفصل حالات تحریر کرتے ہیں۔ زبدۃ المقامات میں کشمی نے چھوٹے بڑے تینتالیس خلفاء شامل کیے ہیں (شیخ سرہندیؒ کے بیٹوں کے علاوہ)۔ ان میں سے تیرہ ہندوستان سے باہر کے ہیں (١٠)۔ حضرات القدس میں انیس (١١) میں سے نو اور بعد کے کم قابل اعتبار (ماخذ) روضۃ القیومیہ میں ستائیس خلفاء میں سے چودہ غیر ہندوستانی تھے (١٢)۔ ہندوستان میں آنے والوں میں سے جو رُوحانی طور پر امتیازی حیثیت حاصل کر لیتے تھے ان کو خلافت دی جاتی تھی اور لوگوں سے بیعت لینے اور ان کی تربیت کرنے کی اجازت دی جاتی تھی۔ بعض اپنے گھروں کو لوٹ گئے اور دوسروں نے ہندوستان میں رہنے کا فیصلہ کیا۔ ان باہمی روابط سے شیخ سرہندیؒ کی تعلیمات مغلیہ ہندوستان سے باہر پھیل گئیں۔ خلفاء اپنے شیخ سے مکتوبات کے ذریعے رابطہ رکھتے تھے۔ شیخ سرہندیؒ کے مکتوبات کی تین جلدیں جن میں ٥٣٦ مکتوبات ہیں، مجدد الف ثانیؒ کے فلسفے کے بڑے ماخذ ہیں، ایک ایسا ذریعہ جس سے شیخ سرہندیؒ کی میراث پھیلی اور سب سے بڑھ کر ایک ایسا مخزن جس سے صوفیانہ، دانش ورانہ اور اپنے عہد کی معاشرتی زندگی کی تشکیل جدید ہوئی، پہلی اور تیسری جلد کے مرتبین علی الترتیب یار محمد جدید طالقانی اور محمد ہاشم کشمی بدخشانی کا تعلق وسط ایشیا سے تھا جیسا کہ ان کے ناموں سے ظاہر ہے۔

شیخ احمد سرہندیؒ کی خط و کتابت کے نمونے

شیخ احمد سرہندیؒ نے قریباً بانوے خطوط وسط ایشیا اور افغان خلفاء کو لکھے۔ میر مومن بلخی کے نام دو خطوط میں سے ایک میں شیخ سرہندیؒ نے ماوراء النہر کے لوگوں کے لیے اپنی محبت اور احترام کا اظہار کیا۔ اس مکتوب کو کسی قدر طوالت کے ساتھ یہاں نقل کیا جاتا ہے کیونکہ یہ وسطی ایشیائی نقشبندی صوفیہ اور ہندوستان کے مجددی صوفیہ (مجددیہ) کے تعامل (باہمی عمل) پر روشنی ڈالتا ہے۔ اس مکتوب کا پہلا پیرا مقالے کی ابتداء میں اقتباس کی صورت میں دیا گیا ہے:۔

مقامات جذبہ و سلوک و فنا و بقاء اور سیر الی اللہ و سیر فی اللہ جو مرتبہ ولایت خاصہ پر وابستہ ہیں، ان کی تحقیق اسی مبارک جگہ کے بزرگوں کے فیوض سے پہنچتی ہے...... اللہ تعالیٰ سید السادات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طفیل اس جگہ کو اور وہاں کے رہنے والوں کو آفات و بلیات سے محفوظ رکھے۔ وہ یار (دوست) جو وقتاً فوقتاً اس بلند ملک سے اس پست ملک میں آتے ہیں، وہاں کے حضرات صاحب برکات کا لطف و کرم اور خاص کر ارشاد و ہدایت پناہ وافادت و افاضت دستگاہ سلمہ اللہ تعالیٰ یعنی جناب کی شفقت و محبت اس حقیر کی نسبت ظاہر کرتے ہیں کہ وہ شرافت کے نشان والے عالی جناب فقیر کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہیں اور فقیر کے بعض ان علوم و معارف کو جو لکھے گئے ہیں مطالعہ کرتے اور پسند فرماتے ہیں...... چونکہ انہی دنوں میں از سر نو شیخ ابوالمکارم صوفی نے آکر آپ کے لطف و کرم کا اظہار کیا اور مہربانی فرمائی (۱۳)۔ اس لیے آپ کے کرم پر بھروسا کر کے یہ چند کلمے لکھ کر آپ کو تکلیف دی اور اپنی یاد آوری کی طرف آپ کو توجہ دلائی۔ چونکہ اس فقیر کے بعض مسودوں کی نقل مرتبہ برادرم محمد ہاشم، جو مخلص دوستوں میں سے ہے، صوفی مشارٌ الیہ کے ہمراہ ارسال کر دی ہے اس لیے اسی پر کفایت کی گئی ہے اور اس طائفہ علیہ کے علوم و معارف کی کوئی بات اس خط میں درج نہیں کی۔ جناب کی شفقت و عنایت سے امید ہے کہ خاص خاص وقتوں میں فقیر کو سلامت خاتمہ کی دُعائے خیر سے یاد فرماتے رہا کریں گے...... حضرات عالی درجات یعنی شرافت و نجابت کی پناہ والے اور اہل اللہ کے جائے پناہ جناب سید میرک شاہ بخاری اور افادہ کے مرتبہ والے جہان کے علامہ جناب مولانا حسن اور شریعت کے ناصر اور ملت کے حافظ قاضی تولک ادام اللہ برکاتھم کی خدمت میں اس فقیر کی فقیرانہ دعوت پہنچا دیں اور فقیر زادوں کی طرف سے مخدوم زادوں کی خدمت میں سلام عرض کر کے دُعا کی التماس کریں۔ (۱۴)

بدرالدین نے حضرات القدس میں بعض وسطی ایشیائی صوفیہ کو شامل کیا جو ہندوستان نہ آسکے لیکن انہوں نے شیخ سرہندیؒ سے التماس کی کہ ان کی غیر موجودگی میں ان کی جانب روحانی توجہ فرمائی جائے۔ انہوں نے یہ بھی تحریر کیا کہ سید میرک شاہ، میر مومن بلخی، حسن قبادیانی اور قاضی مولانا تولک نے شیخ سرہندیؒ کی خدمت میں ایک درویش کے ہاتھ تحائف بھیجے جو ہندوستان آرہا تھا۔ اس درویش نے ان کے خطوط دیے اور اپنے شیخ، میر محمد بلخی، کا پیغام دیا جس میں کہا گیا تھا کہ اگر بڑھاپا اور طویل سفر دونوں مانع نہ ہوتے تو میں خود ان کی خدمت میں حاضر ہو کر شیخ سرہندیؒ کے اعلیٰ مقامات نور سے استفادہ کرتا۔ میر محمد بلخی نے شیخ سرہندیؒ سے التجا کی کہ ان کی عدم موجودگی میں اپنی روحانی توجہ سے نوازیں۔ ملاقات کرنے والے درویش نے اپنے شیخ کی طرف سے بیعت بھی کی۔ روانگی سے پہلے درویش نے شیخ سرہندیؒ سے درخواست کی کہ وہ بلخ کے لوگوں کے لیے بھی ایک پیغام لکھ دیں کیونکہ وہ شیخ سرہندی کے ادراک عرفان سے بہت متاثر ہیں۔ انہوں نے اپنی نیک خواہشات کو چند الفاظ میں لکھ کر اس کی التجا کو پورا کر دیا۔ (۱۵)

(شیخ) احمد سرہندیؒ کا پیغام

وسط ایشیا کے لوگوں اور افغانوں کو بھیجے گئے مکتوبات صرف تصوف سے متعلقہ مسائل تک محدود نہیں ہیں۔ شیخ سرہندیؒ ایک فاضل عالم تھے، ایک صوفی جن کی بصیرت بہت گہری تھی۔ انہوں نے خود بھی سنت پر عمل کیا اور اس کو ہر دلعزیز بنایا، مذہب میں بدعت کو روکا دینی اور رُوحانی معاملات میں قیادت فراہم کی اور اپنے مضبوط عقائد پر قائم رہے اور ان کی سیاسی دباؤ اور دھمکی سے حوصلہ شکنی نہیں ہوئی۔ وہ اس کے قائل تھے کہ نقشبندیہ کی تعلیمات اور معمولات خدا تک رسائی حاصل کرنے کے لیے سب سے زیادہ مؤثر ہیں۔ جو دوسرے صوفی سلاسل میں منزل مقصود ہوتی ہے وہ نقشبندیہ میں نقطہ آغاز ہوتا ہے کیونکہ اس سلسلہ کے دو بنیادی اصول ہیں: سنت کی مضبوطی سے پیروی اور بدعت سے احتراز کرنا۔ انہوں نے محمد اشرف کابلی کو لکھا (۱۶): یہ سلسلہ سماع، رقص اور تواجد سے احتراز کرتا ہے کیونکہ یہ چیزیں پیغمبر ﷺ اور خلفائے راشدینؓ کے زمانے میں رائج نہ تھیں، انہوں نے خواجہ محمد قاسم املنگی (۱۷) اور میر سید حسین کو خبردار کیا: اس سلسلہ میں خود نفی روح کو زیر نگیں کرنے کے لیے، جو نفس امارہ کو ابھارتی ہے، شرعی احکام پر عمل کرنے اور سنت کے لازم پکڑنے سے حاصل کی جاتی ہے۔ (۱۸)

شیخ سرہندیؒ کی تربیت ایک عالم کی حیثیت سے ہوئی تھی۔ اس لیے وہ علماء، بحیثیت ایک جماعت، کی اہمیت سے خوب واقف تھے اور ان سے توقع رکھتے تھے کہ وہ ہند کے اسلامی معاشرے میں ایک مرکزی کردار ادا کریں۔ انہوں نے قطعی طور پر کہا کہ شریعت میں تسخ اور تبدیلی

نہیں ہے اور یہ علماء ہی ہیں جن کو پیغمبرؐ کے وصال کے بعد ان کے فرض کو ادا کرنا ہے (۱۹)۔ اُنہوں نے معاصر علماء کی بے حسی اور بدعت کے خلاف کام نہ کرنے پر تاسف کا اظہار کیا (۲۰)۔ اُنہوں نے احمد برکی کے نام مکتوب میں کہا کہ ان کو اپنے علاقے برک (۲۱) میں شریعت کی اشاعت و ترویج کرنی چاہیے، فقہی احکام کو پھیلانا چاہیے اور علماء کے گروہ میں شامل ہو جانا چاہیے۔ ان کو چاہیے کہ افراد کو دینی علوم کی تعلیم دیں اور فقہی احکام کو عام کریں کیونکہ یہ دونوں چیزیں (اس سلسلے کا) اصل مقصود ہیں۔ ان پر افراد کی روحانی ترقی اور نجات کا دارومدار ہے۔ (۲۲)

ہم شیخ سرہندیؒ کے خلفاء کے ساتھ قریبی رابطے اور علاقے میں ان کی فلاح و بہبود کی حساسیت کو معلوم کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر احمد برکی کی وفات پر اپنے تعزیتی مکتوب میں ان کی وفات پر اظہار افسوس کرتے ہوئے اُنہوں نے مولانا حسن کو نیا خلیفہ مقرر کیا، ان کی نئی ذمہ داریوں کا خاکہ پیش کیا اور حسن کے پیروکاروں/مریدوں سے کہا کہ وہ ان کی اپنے روحانی پیشوا کی حیثیت سے عزت کریں۔ (۲۳)

یہ زیادہ اہم ہے کہ نقشبندیہ مجددیہ صوفیہ نے وسط ایشیا میں تجدید کے پیغام کی سرگرمی سے اشاعت و ترویج کم سے کم دو سو سال تک کی۔ شیخ احمد سرہندی م ۱۶۲۴ء تا شاہ غلام علی م ۱۸۲۴ء۔ یہ مظہر مکتوبات اور ملفوظات کے اس ادب میں تحریر کیا گیا ہے جو برصغیر میں لکھا گیا۔ اس ادب سے بعد میں آنے والی نسلوں کی شیخ احمد سرہندیؒ اور ان کی تحریروں سے دلچسپی کی عکاسی بھی ہوتی ہے۔

اختتامی تبصرہ

مجددیہ کی بحث کو ختم کرنے سے پہلے یہ ملحوظ خاطر رہے کہ شمالی ہندوستان کے مسلمانوں کا وسط ایشیا کے ساتھ ناتہ صرف مجددیہ تک محدود نہ تھا۔ اس رابطہ کی چھاپ اتنی گہری تھی کہ آج بھی، اس کے باوجود کہ درمیان میں پرآشوب صدیاں گزر چکی ہیں، وہ آداب مجلس، لباس، کھانے پینے کا طریقہ اور مختلف پھلوں کے اصل نام موجود ہیں جن کو برصغیر میں ترک سلاطین اور مغل شہنشاہوں نے متعارف کرایا۔ یہ سب کچھ آج بھی دانشوروں، عام لوگوں اور اردو و فارسی ادب، علاقائی زبانوں اور لوک ادب میں پایا جاتا ہے۔ بیسویں صدی کے سب سے زیادہ نمایاں فلسفی شاعر (علامہ) محمد اقبال (م ۱۹۳۸ء) نے اس مضبوط رشتے کا حوالہ دیا:

اگرچہ زادۂ ہندم، فروغ چشم من است   زخاکِ پاک بخارا و کابل و تبریز! (۲۴)

ایک اور شعر میں شاعر نے جنوبی اور وسط ایشیا میں کوئی سرحد نہیں دیکھی:

ایک ولولۂ تازہ دیا میں نے دلوں کو   لاہور سے تا خاک بخارا و سمرقند! (۲۵)

(شیخ) سرہندیؒ کی میراث کوفروغ دینے کی آبرو ان کے خاندانی اور روحانی اخلاف اور ان کے مریدین اور خلفاء ہیں۔ جدید علمی دنیا میں اور اہم بنیادی مآخذ (جن میں مکتوبات مظہر جان جاناں اور ان کے کثیر التصانیف خلیفہ قاضی ثناءاللہ پانی پتی م ۱۸۱۰ء اور شاہ فقیر اللہ علوی شکار پوری م ۱۷۵۱ء) کی اشاعت سے شیخ سرہندیؒ متحرک اسلام کے مجدد کی حیثیت سے ابھرتے ہیں جن کے پیغام نے ان کے روحانی اخلاف اور خلفاء اور مریدین کے علم وفضل سے وسعت حاصل کی (۲۷)۔ انہوں نے مریدین کے طرز عمل کے لیے دستور العمل لکھے اور مجددی مشائخ کے ملفوظات اور مکتوبات کو مرتب کیا۔ شیخ سرہندیؒ کے روحانی خلف' مولانا خالد نے مرید بھائی' شاہ ابوسعید مجددی' کو شیخ احمد سرہندی کے اتحاد اسلامی کے اثر ورسوخ (Pan - Islamic sway) کے بارے میں لکھا۔ انکے مطابق ترکی' عرب دنیا، حجاز، عراق، ایران (عجم) کے بعض علاقے اور تمام کردستان میں لوگ ارفع واعلیٰ مجددی طریقہ کیلئے جذبہ اور احساس رکھتے ہیں اور رات دن ان کے محامد ساجی ماحول، اجتماعات، مساجد اور مدارس میں ادنیٰ واعلیٰ دونوں سے بیان کیے جاتے ہیں۔ (۲۸)

آج بھی مجددی روایت بہت سے ناموں کے ساتھ تروتازہ ہے: ڈھاکہ سے پشاور، کابل سے استنبول، بغداد سے بوسنیا، مغربی جاوا سے شمالی ساٹرا اور یورپ سے شمالی امریکہ تک۔

حواشی

(۱) شیخ احمد سرہندیؒ مکتوبات امام ربانی' اردو ترجمہ عالم الدین (لاہور: اللہ والے کی قومی دکان۔س۔ن) جلد ۳' مکتوبات ۹۹: ۲۴۹۔۲۵۰۔ اس مکتوب کا باقی متن اس حصے کے تحت دیا جاتا ہے: ''شیخ احمد سرہندی کی خط وکتابت کے نمونے''۔

(۲) تیموریوں کے چغتائی قبیلے کی شناخت کے لیے دیکھئے:

Beatrice, Forbes Manz. The development and Meaning of chaghatay "Identity. in Jo-Ann Gross, ed. Muslims in Central Asia: Expressions of Identity and Change (Durham and London. 1992). pp.27-45. Re. timurid influence, the Emperor Jahangir for instance is referred to as illuminator of the Gungan's lamp". [Gurgan was Timur's title, meaning the royal (chingis Khans) son-in-law because timur married a chingissid princess]. Sajida S. Alvi, ed. and tr. Advice on the

Art of Governance: Mauza-i Jahangiri, An Indo-Islamic Mirror for princes (Albany, NY. 1989), p.43, Persian text, p.144, Jahangir's son, Shahjahan (r. 1037-1068/1627-1657) who built the Taj Mahal adopted timur's title, Sahib-qiran, and was referred to as Sahib-qiran-e-Sani (the second lord of the Auspicious Planetary conjunction, i.e pillar of the world and religion).

3. Arthur Buehler, "The Naqshbandiyya in Timurid India: the Central Asian legacy," JIS, 7 (1996), pp.208-228.

4. Richard Foltz, the Central Asian Naqshbandi Connections of the Mughal Emperors," JIS, 7 (1996), pp.229-239

(۵): دیکھیے مثال کے طور علامہ محمد اقبال کی نظم: پنجاب کے پیرزادوں سے 'بال جبریل مشمولہ کلیات اقبال (لاہور، ۱۹۷۳ء) ص ۔ ۴۵۰۔۴۵۱ ۔ پوری نظم کا انگریزی میں ترجمہ کے لیے دیکھیے

V.G. Kiernan, ed., To the Punjab Pirs, poem from Iqbal (London, 1958), p.58.

میں اس کو اپنے مقالے میں زیر بحث لاتی ہوں:

Islamic Renewal and Reform in the Seventeenth and Eighteenth Century Northern India: Discourses of the Naqshbandi Mujaddidis in their Sociopolitical Context, in Bruce B.lawrence, ed,. Pearls Beyond Measure: the life and legacy of Professor Khaliq Ahmad Nizami (Gainesville, forthcoming)

۵۔(الف) خواجہ عبدالاحد وحدت سرہندی، سبیل الرشاد، مرتبہ غلام مصطفیٰ خان (حیدرآباد سندھ، ۱۹۷۸ء) ص ۷۔۸، مواد کے لیے دیکھیے۔

Sajida Alvi, the Mujaddit and Tajdid Tradition Indian in the Sub Continent: An Historical Overview, JTS, Special Issue, Annemaire schimmel Festschrift, 18 (1994),pp. 4-5.

۶۔ محمد نور بخش توکلی، تذکرہ مشائخ نقشبندیہ (گجرات س۔ن)، ص...... ۲۲۵۔

۷۔ ان بنیادی مآخذ کے تقابلی مطالعہ کے لیے دیکھیے:

خورشید حسین بخاری' زبدۃ المقامات اور حضرات القدس کا تقابلی مطالعہ' نور اسلام (حضرت مجدد الف ثانی نمبر۔ حصہ ۲)۔ جلد ۲۳' شمارہ ۱، ۲ (۱۹۸۸ء) ص۔ ۸۳۔ ۱۰۱

۸۔ ہاشم، کشم' بدخشاں سے آئے اور ہندوستان میں عالم شباب میں آباد ہو گئے۔ انہوں نے شیخ سرہندیؒ کے مکتوبات کی جلد سوم مرتب کی۔ ان کی اغلباً تاریخ وفات بدرالدین سرہندی کی کتاب حضرات القدس (سیالکوٹ، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۲ء)' جلد ۲' ص ۴۱۵ سے لی گئی ہے۔

۹۔ بدرالدین سرہندی' حضرات القدس' تعارف' ص۔ ۱۲

۱۰۔ خواجہ محمد ہاشم کشمی بدخشانی' زبدۃ المقامات (لاہور، ۱۹۶۹ء)، ص ۲۸۶۔ ۳۳۹۔ اس میں تینتالیس خلفاء میں سے تیئس کے مفصل حالات دیے گئے ہیں۔ مصنف کے مطابق اختصار کے پیش نظر باقی خلفاء کے نام سے نشاندہی کی گئی ہے' زبدۃ المقامات۔ ص ۳۳۹۔ میں نے غیر ہندوستانی خلفاء کی نشاندہی ان کے اصل مقام سے کی ہے: بدخشی/بدخشانی، سمرقندی، شادمانی، رومی وغیرہ۔ یہ طے کرنے کے لیے مزید تحقیق کی ضرورت ہے کہ کتنے گھر کو لوٹ گئے اور کتنے ہندوستان میں آباد ہو گئے۔

۱۱۔ بدرالدین سرہندی' حضرات القدس۔ جلد ۲۔ ص۔ ۳۲۰۔ ۴۴۷

۱۲۔ محمد احسان مجددی۔ روضۃ القیومیہ، مرتبہ اقبال احمد فاروقی (لاہور ۱۹۸۹ء) جلد ۱' ص ۵۰۹۔ ۵۵۲

۱۳۔ ابوالمکارم کے نام ایک ہی مکتوب ہے جس میں شیخ سرہندیؒ نے ان کی سخاوت اور لطف و کرم اور حاجت مندوں کی جائے پناہ ہونے کی وجہ سے تعریف کی۔ مکتوبات۔ جلد ۳، مکتوب ۱۱۶: ۳۰۱

۱۴۔ شیخ احمد سرہندیؒ، مکتوبات، جلد ۳، مکتوب ۹۹: ۲۵۰۔ ۲۵۱

۱۵۔ بدرالدین، حضرات القدس، ۲، ص ۶۴۔ ۶۵

۱۶۔ شیخ سرہندیؒ مکتوبات' جلد ۱' مکتوب ۱۳۱: ۲۴۰

۱۷۔ ایضاً' مکتوب ۱۶۸: ۲۸۵

۱۸۔ ایضاً' مکتوب ۲۲۱: ۳۷۵

۱۹۔ ایضاً' مکتوب ۲۰۹: ۳۴۶

۲۰۔ ایضاً' مکتوب ۳۳: ۸۵۔ ۸۷' نیز دیکھئے مکتوب ۵۳: ۱۲۵۔ ۱۲۶' اور مکتوب ۲۱۳: ۳۵۶۔ ۳۵۷

۲۱۔ بدرالدین کہتے ہیں کہ احمد برکی واد میں پیدا ہوئے جو کہ قندھار اور کابل کے درمیان واقع ہے۔ بعد میں ان کے والد نے کنگر بت عرف برک میں نقل مکانی کر لی۔ حضرات القدس، ۲، ۳۷۸، محمد یوسف مجددی کہتے ہیں کہ برک' کابل اور قندھار کے درمیان واقع ہے، جواہر نقشبندیہ (فیصل آباد' ۱۹۹۰ء) ص۔ ۵۶۷

۲۲۔ شیخ سرہندیؒ، مکتوبات، جلد ا، مکتوب ۲۷۵: ۵۶۹

۲۳۔ ایضاً، جلد ۲، مکتوب ۶۱: ۲۱۷۔۲۲۰

۲۴۔ (علامہ) محمد اقبال، پیام مشرق مشمولہ کلیات اقبال: فارسی (لاہور ۱۹۷۳ء)، ص۔۳۳۹

۲۵۔ (علامہ) محمد اقبال، ضرب کلیم مشمولہ کلیات اقبال: اردو (لاہور۔۱۹۷۲ء)، ص۔۴۸۵

26. See Sajida S. Alvi, 'Qazi Sana Allah Panipati, An Eighteenth Century Sufi-"Alim: A study of His Writings in Their Sociopolitical Context," in Wale B. Hallaq and D.P. Little, ed., Islamic Studies Presented to Charles J. Adams (Leiden, 1991), pp.11-25.

۲۷۔ ایک مخصوص اجتماعی اجلاس کے لیے دیکھئے:

رؤف احمد، درالمعارف، ۴۷: ۱۵۸۔۱۵۹۔ تین آداب مریدین کی تفصیل کے لیے دیکھئے میرا جلد ا چھپنے والا مقالہ "Islamic Renewal and Reform"

۲۸۔ توکلی نے تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص ۳۲۰۔۳۲۱ میں کسی حوالے کے بغیر نقل کیا۔ مولانا خالد کی عام اور وسیع مقبولیت جس کی تصدیق بغداد میں برطانوی باشندہ C.J. Rich نے کی جو اس وقت کردستان میں سفر کر رہا تھا۔ دیکھئے:

Albert Hourani, "Shaikh Khalid and the Naqshbandi Order", in S.M Stern, Albert Hourani and Vivan Brown, ed., Islamic Philosophy and Classical Tradition: Essays Presented by His Friends and Pupils to Richard Walzar on His seventieth Birthday (Columbia, 1972), p. 97. For his legacy in Kurdistan, see Ferhad Shakely, "The Naqshbandi Sheikhs Hawraman and the Heritage of Khaliddiyya-Mujaddidiyya in Kurdistan," in Elisabeth Ozdalga, ed., Naqshbandis in Western and Central Asia: Change and Continuity (Istanbul, 1999), pp.89-100

☆......☆......☆

برطانیہ میں مجدد کانفرنسیں

تحریر: پیرزادہ سرداراحمد قادری (ایل ایل بی، ایل ایل ایم)
(خطیب مسجد غوثیہ راچڈیل، لنکا شائر)

میری طرح بہت سے پاکستانیوں کی رائے شاید برطانیہ آنے سے پہلے یہ ہو کہ برطانیہ میں مسلمانوں کی تعداد چونکہ آٹے میں نمک کے برابر ہے اس لیے ان کو وہاں پر نہ تو کوئی حقوق حاصل ہوں گے اور نہ ہی ان کو وہاں مذہبی تقریبات آزادانہ طور پر منعقد کرنے کا موقع ملتا ہوگا لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے آج سے بائیس سال پہلے جب پہلی مرتبہ میں نے یہاں کی سرزمین پر قدم رکھا تھا تو میرے بھی خیالات تقریباً ایسے ہی تھے جو میں نے اُوپر کی سطور میں بیان کیے ہیں لیکن میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے اپنی آمد کے تیسرے روز ایک مذہبی کانفرنس میں شرکت کی جس کا عنوان تھا ''یارسول اللہ کانفرنس'' جس میں دوپہر سے لیکر شام تک درجنوں مقررین نے انگریزی استعمار کو للکارا اور ان بدبختوں کو کھری کھری سنائیں جو مبینہ طور پر انگریزی دور میں پروان چڑھے تھے اور جن کی وجہ سے ایک بدبخت نے شاہی مسجد لاہور میں یارسول اللہ کا نعرہ لگانے والے ایک محبّ رسول ﷺ کو مار مار کر شدید زخمی کر دیا تھا۔ خیر یہ تو قصہ ماضی ہے۔ ان سطور لکھنے کا مقصد برطانیہ میں منعقد ہونے والی مجدد کانفرنسوں کی روائیداد بیان کرنے کا ہے یوں تو حضرت مجدد الف ثانی کے حوالے سے برطانیہ کے بڑے شہر اور ٹاؤن میں اجتماعات منعقد ہو چکے ہیں لیکن بالخصوص یہاں پر دو اہم اجتماعات کا تذکرہ کرنا مقصود ہے ان میں سے ایک اجتماع یارکشائر کے ایک قدیمی قصبے ''ہڈرزفیلڈ'' ہیں اور دوسرا اجتماع مڈلینڈ کے مرکز برمنگھم میں منعقد ہوا۔ ان اجتماعات کا تذکرہ کرنے سے قبل یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ ان اجتماعات کا آغاز حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نے آج سے بیس برس پہلے کیا تھا۔ بعد ازاں استاد محترم حضرت علامہ ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی مدظلہ العالی کی انگلستان تشریف آوری کے بعد ان اجتماعات کا سلسلہ مختلف شہروں میں جاری رہتا ہے جہاں پر حضرت مجدد کی فکر اور نظریے کے حوالے سے علمی اور فکری موضوعات پر مقررین اظہار خیال کرتے ہیں۔

ہڈرزفیلڈ اور برمنگھم کی کانفرنسوں کا اجمالی تعارف کرانے کا موقع یوں مل رہا ہے کہ میری

خوش قسمتی تھی کہ ان دونوں اجتماعات میں مجھے نہ صرف شرکت کا موقع ملا بلکہ استاد محترم ڈاکٹر صدیقی مدظلہ کے حکم کے تحت مجھے کچھ کہنے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

مجدد الف ثانی" اور دو قومی نظریہ .... ان دنوں ہر صبح تو علماء اکیڈیمی کے لیکچروں میں شمولیت کرنا اور شام کو پنجاب یونیورسٹی لاء کالج میں ایل ایل بی کے تعلیمی مراحل سے گزر رہا تھا۔

استاد محترم دوپہر کو وقت نکال کر پنجاب یونیورسٹی اولڈ کیمپس میں اپنے دفتر میں مجھے طلب کر لیتے تھے اب میں ان کے روبرو بیٹھ کر اپنی تحقیق کے تازہ ترین ابواب ان کے گوش گزار کر دیتا۔ انہی کی مہربانی اور خصوصی توجہ کی وجہ سے یہ مقالہ "مغلیہ دور سے شروع ہو کر قیام پاکستان کے حالات اور تحریک آزادی" پر اختتام پذیر ہوا لیکن اس میں خصوصیت یہ تھی کہ تحریک تحفظ، دین مصطفیٰ ﷺ سے لے کر ہر مرحلے پر فکر مجدد الف ثانی کو مرکزی نکتہ بنایا گیا تھا۔ استاد محترم کی خواہش اور محترم میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری دامت برکاتہم العالیہ کی سرپرستی کی وجہ سے میرا یہ مقالہ "ماہنامہ "نور اسلام" کے مجدد الف ثانی نمبر میں نمایاں طریقے سے شائع ہوا بلکہ ایک خصوصی جلد صرف فقیر کے مقالے کے لیے مختص کی گئی۔ اس طویل تمہید کے بیان کرنے کا مقصد یہ تھا کہ برطانیہ میں مجدد کانفرنسوں کا باضابطہ آغاز محترم میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری اور بعد ازاں استاد محترم ڈاکٹر صدیقی کی آمد کے بعد ہوا اور انہوں نے مجھ سمیت دیگر احباب کو بھی اس سلسلے میں متحرک کیا اور فکر مجدد کو عام کرنے کے مشن پر لگا دیا۔ برطانیہ میں تقریباً بیس لاکھ کے قریب مسلمان ہیں جن میں ایک محتاط اندازے کے مطابق آٹھ لاکھ پاکستانی چھ لاکھ ہندوستانی، چار لاکھ بنگالی اور دو لاکھ عرب اور دیگر ممالک کے مسلمان ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق برطانیہ میں تقریباً ایک ہزار اسلامی ادارے ہیں جن میں تقریباً پانچ سو بڑی مساجد ہیں جبکہ اس کے علاوہ چھوٹے تعلیمی ادارے اور ٹیوشن سنٹر ہیں۔ برطانیہ میں عمومی طور پر مذہبی تقریبات ویک اینڈ یعنی ہفتہ اتوار کو ہوتی ہیں چونکہ یہ دن ان تقریبات کیلیے زیادہ مناسب ہوتے ہیں۔ اس لیے ہفتہ کی دوپہر سے لیکر اتوار کی شام تک تقریباً ہر ویک اینڈ پر کسی نہ کسی عنوان سے برطانیہ کے بڑے شہروں کی مساجد میں تقریبات ہوتی رہتی ہیں۔ پاکستانی مسلمانوں کی زیادہ تر تعداد آزاد کشمیر اور بالخصوص میرپور سے آئی ہوئی ہے۔ یہ

وہ لوگ ہیں جو منگلا ڈیم کے متاثرین میں سے تھے۔ ان کی دل جوئی اور ان کی مالی اعانت کے جذبے کے تحت صدر ایوب کی حکومت نے انہیں فراخ دلی سے پاسپورٹ جاری کیے اور انہوں نے برطانیہ آ کر روزگار تلاش کر لیا اور اب ان کی تیسری اور چوتھی نسل یہاں آباد ہے اور یہ لوگ خوشحال ہو گئے ہیں۔ ان کے زیر انتظام اہلسنت والجماعت کی اکثر مساجد ہیں۔ یہ لوگ صحیح العقیدہ اور اولیائے کرام کی محبت سے سرشار ہیں ان کے ہاں عارف کشمیر میاں محمد بخش رحمتہ اللہ آف کھڑی شریف کے کلام کے حوالے سے اجتماعات ہوتے رہتے ہیں بالعموم یہ لوگ فکر مجدد الف ثانی سے زیادہ باخبر رہتے ہیں۔ ان میں سے اکثر کا تعلق سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سے ہے اور اس حوالے سے یہ حضرت مجدد الف ثانی کی ذات گرامی سے تو واقف اور آشنا ہیں لیکن مجدد کانفرنسوں اور عرس مجدد کی وجہ سے اب یہ لوگ اس پس منظر سے بھی آگاہ ہو گئے ہیں جس کی وجہ سے حضرت مجدد نے اکبر کے خود ساختہ دین الہٰی کے خلاف آواز حق بلند کی تھی۔ آج سے اکیس سال پہلے جب میں تازہ تازہ انگلستان آیا تھا۔ حضرت میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نے برطانیہ میں حضرت مجدد کے حوالے سے تقریبات کا آغاز کیا۔ انہوں نے یارک شائر کے شہر راچڈیل میں جو کہ مانچسٹر کے نواح میں واقع ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی کے عرس کا اہتمام کیا۔ اس کی اچھے اور موثر انداز میں پبلسٹی کی گئی تھی یہ راچڈیل کو سنہری جامع مسجد میں منعقد ہوا تھا۔ سنہری مسجد کے نام سے آپ یہ نہ سمجھیں کہ یہ سنہرے رنگ کی کوئی مسجد ہے۔ دراصل اس شہر میں جماعت اسلامی والوں کی ایک مسجد ''نیلی مسجد'' کے نام سے قائم ہے۔ غالباً یہ نام استنبول کی نیلی مسجد کے اعتبار سے رکھا گیا ہے۔ سنہری مسجد کا نام رکھنے کی وجہ پوچھنے کے باوجود مجھے واضح طور پر کوئی نہیں سمجھا سکا۔ بہرحال اس عرس مبارک کے انعقاد کے لیے میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری مدظلہ کی ذاتی محنت اور ان کے خلوص نے اہم کردار ادا کیا۔

2004ء اور 2005ء میں ہڈرز فیلڈ اور برمنگھم میں ہونے والی مجدد کانفرنسوں کی روح رواں اور نمایاں شخصیت ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی کی تھی۔ ہڈرز فیلڈ کی مسجد رضا ہالی فیکس روڈ پر ہڈرز فیلڈ ایک اہم اور مرکزی ٹاؤن ہے جس کے نواح میں ہالی فیکس، ڈیوزبری اور پاکستانیوں کے حوالے سے مشہور عالم شہر بریڈ فورڈ بھی زیادہ دور نہیں ہے۔ یہاں پر مسجد رضا کے خطیب مولانا حیدر علی مجاہد نقشبندی ہیں جن کا آستانہ عالیہ شرقپور شریف سے خصوصی تعلق ہے۔ اجتماع کے

حوالے سے یہ ایک بھرپور ہجوم تھا۔ نماز ظہر سے لیکر عصر تک تقاریر کا سلسلہ جاری رہا۔ ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی کا اس میں کلیدی خطاب تھا جس میں انہوں نے ان حالات پر تفصیلی روشنی ڈالی جن کی وجہ سے حضرت مجدد الف ثانی نے ایک ظالم و جابر بادشاہ کے خلاف احتجاجی تحریک شروع کی جس کے نتیجے میں اُنہیں پابند سلاسل ہونا پڑا اور جیل جانا پڑا۔ اس اجتماع میں عوام الناس کے علاوہ علماء کی ایک کثیر تعداد نے شرکت کی اور ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی کے بصیرت افروز خطاب سے مستفید ہوئے۔ اس حقیقت میں کسی شک وشبہہ کی گنجائش نہیں کہ تقابل ادیان اور تاریخ مسلمانان ہند کے حوالے سے ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی استاد العلماء اساتذہ ہیں، برطانیہ میں یہ بات خاص طور پر نوٹ کی گئی کہ جس اجتماع میں ڈاکٹر صدیقی صاحب کا خطاب ہوتا ہے علماء کثرت سے اس میں نہ صرف شریک ہوتے ہیں کہ ان کا علمی اور فکری خطاب توجہ اور انہماک سے سنتے ہیں کیونکہ موضوعات ڈاکٹر صدیقی کی تحقیق کا مرکز ہیں۔ ہمارے علماء ان سے اس قدر آشنا نہیں ہیں جس قدر ان کو ہونا چاہیئے تھا۔ حیرت کی بات ہے کہ تقابل ادیان کے مضمون کو درس نظامی کے آجکل کے مروجہ نصاب میں شامل نہیں کیا جاتا، حالانکہ اپنی اہمیت کے اعتبار سے اس کو ضرور شامل ہونا چاہیئے۔ بہرحال ہڈرزفیلڈ کی مجدد کانفرنس کو ایک کامیاب اور نتیجہ خیز کانفرنس قرار دیا جاسکتا ہے اس کانفرنس کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ اس میں شرکاء کانفرنس کو اردو اور انگریزی میں حضرت مجدد الف ثانی کی سوانح حیات اور ان کے کارناموں پر مشتمل کتابیں مفت تقسیم کی گئیں۔ نوجوانوں رضا کار اس سلسلے میں کافی ایکٹو تھے۔ تمام شرکاء کیلیے پر تکلف کھانے کا اہتمام بھی تھا میں 2005ء کی برمنگھم کی مجدد الف ثانی کانفرنس حضرت مجدد الف ثانی سنٹر میں منعقد ہوئی میں شامل تھا۔ برمنگھم جیسا کہ پہلے تذکرہ ہو چکا ہے مڈلینڈ کا مرکزی شہر ہے۔ برطانیہ کا اہم ترین صوبہ انگلینڈ ہے۔ پاکستان کے لوگ انگلینڈ کو ہی برطانیہ سمجھتے ہیں۔ انگلینڈ کو برطانیہ سمجھنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی ''پنجاب'' کو ہی پاکستان سمجھے۔ دراصل انگلینڈ برطانیہ کا سب سے بڑا صوبہ ہے۔ اس کی اپنی شناخت اور تاریخی پہچان ہے انگلینڈ کے وسط میں جو علاقہ ہے اس کو ''مڈلینڈ'' (Midland) کہتے ہیں یعنی وسطی خطہ۔

صدر مقام برمنگھم ہے جس کے اندر اور گردونواح میں تقریباً اہلسنت والجماعت کے پچاس کے قریب اسلامی ادارے اور مراکز ہیں یہاں پر یورپ کی بہت بڑی جامع مسجد ہے

جسے جامع مسجد گھمکول شریف کہا جاتا ہے یہ سلسلہ نقشبندیہ کے ایک شیخ طریقت ''زندہ پیر'' کے خلفاء اور مریدین نے قائم کی ہے۔ یہاں پر پانچ ہزار لوگ نماز پڑھ سکتے ہیں یہاں ہر سال جماعت اہلسنت برطانیہ کے زیر اہتمام ''بین الاقوامی سنی کانفرنس'' کا انعقاد ہوتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی سنٹر ہمارے ایک رفیق محترم اور جماعت اہلسنت کے موجودہ امیر مولانا غلام رسول آف چکسواری کے زیر انتظام کئی سالوں سے قائم ہے۔ مولانا غلام رسول اور ان کے جواں سال صاحبزادے حافظ محمد سعید کی دینی مسلکی اور فکری تحریکوں میں ہمیشہ متحرک اور فعال ہوتے ہیں۔ جماعت اہلسنت برطانیہ اور اہلسنت کی تنظیمی مرکزوں میں ان کا کردار قابل فخر ہے مجدد کانفرنس برمنگھم کے انعقاد میں بھی مرکزی کردار ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی مدظلہ کا تھا۔ وہ اپنی علالت کے باوجود طویل سفر کرکے مانچسٹر سے برمنگھم تشریف لائے تھے لیکن خرابی صحت کی وجہ سے زیادہ خطاب نہ فرما سکے اور ازراہ کرم مجھے مرکزی خطاب کی سعادت نصیب ہوئی اس فقیر نے تقریباً سوا گھنٹے کے خطاب میں اُردو اور انگریزی میں ان اثرات پر گفتگو کی جو فکر مجدد اور تحریک مجدد کے نتیجے میں مرتب ہوئے اور جن کے نتیجے میں قیام پاکستان کی تحریک کامیاب ہوئی۔ استاذ محترم نے میری تقریر کی خوبصورت انداز میں تعریف کی اور اسے سراہا۔ حاضرین کے حوالے سے اجتماع بھی بڑا حوصلہ افزا تھا شرکاء کانفرنس کے لیے منتظمین کی طرف سے کھانے کا اہتمام تھا۔ کھانے کی نشست میں سوال و جواب کا سلسلہ جاری رہا۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی اور میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری کو دراز عمر اور صحت کاملہ عطا فرمائے تاکہ یہ سلسلہ جاری رہے اور فکر مجدد کو عام کرنے کی تحریک آگے بڑھتی رہے۔ آمین!

☆.....☆.....☆

''امام ربانیؒ ۔عرفان کے مجتہد اعظم''

(از پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی)

امام ربانی مجدد الف ثانی الشیخ احمد سرہندی قدس سرہ وہ عظیم ہستی ہیں جنہوں نے علم و عرفان کے وہ چراغ روشن کیے ہیں جن کی ضیا پاشیاں اور تابانیاں قیامت تک آنے والے فرزندان توحید اور سالکین راہ کو جادۂ مستقیم پر گامزن کرنے کیلئے سبل السلام (سلامتی کی راہوں) کو منور کرتی رہیں گی۔ امام ربانیؒ کے مکتوبات علم و عرفان اور معرفت خداوندی کا آئینہ اور حسین مرقع ہیں۔ تین دفتروں پر مشتمل، پانچ سو سے زیادہ مکتوبات میں سے ہر مکتوب کے بارے میں یہ کہنا بجا ہوگا کہ:۔

زفرق تابقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا ست

علم و عرفان اور معرفت خداوندی کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر میں سے فقط ایک مکتوب میں سے چند سطور پر مشتمل ایک اقتباس پیش خدمت ہے:۔

''درہمان مقام یک کوشک عالی مطاہر شد کہ زینہا نہادہ اند آنجا میر آمدو آن مقام ہم در رنگ عالم بتدریج فرو رفت و ساعۃ فساعۃ خود را متصاعدے یافت اتفاقا نماز شکر وضو میگذارد کہ مقامے بس عالی نمایاں شدہ وا کابرار بونقشبندیہ راقدس اللہ اسرار ہم دماں مقام دیدو مشائخ دیگر ہم مثل سید الطائفہ وغیرہ درآنجا بودند و بعضے دیگر مشائخ بالائے آن مقام ہتند اما قوائم آنرا گرفتہ نشستہ اند و بعضے پایاں علی تفاوت درجاتہم و خود را بسیار دور از ان مقام یافت بلکہ مناست ہم ندید ازین واقعہ اضطراب تمام پیدا شد نزدیک بود کہ دیوانہ شدہ برآید واز فرط اندوہ وغصہ قالب تہی کند چندگاہ برین نہج گذشت آخر بتوجہات علیہ حضرت ایشان خود را مناسب آن مقام دید اول سر خود را محاذی آنمقام یافت بتدریج رفت و لالائے آن مقام نشست بعد از توجہ چنان مخطور شد کہ آن مقام مقام تکمیل تام است کہ بعد از تمامی سلوک بآن مقام میرسند مجذوب سلوک تمام نا کردہ را از ان مقام بہرہ نیست نیز در آن وقت چناں متخیل گشت کہ وصول بایں مقام از نتائج آن واقعہ است کہ در ملازمت حضرت ایشان دیدہ و بعرض رسانیدہ کہ حضرت امیر کرم اللہ تعالیٰ وجہہ می فرماید کہ آمدہ ام تا ترا علم سمٰوات تعلیم کنم''

من ان حاکم کہ ابر نو بہاری ۔۔۔ کنداز لطف بر من قطرہ باری

اگر بر روید از تن صد زبانم ۔۔۔ چو سبزہ شکر لطفش کے توانم

ہر چند اظہار این قسم احوال موہم جرأت و گستاخی است ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ الحال معارفے کہ باین کمینہ فائض اند اکثر تفصیل معارف شرعیہ است و بیان آنہا و علم استدلالی کشفی و ضروری مے گرددو مجمل منفصل مے شود

گر بگویم شرح این بے حد شود (۲)

(مکتوبات امام ربانی دفتر اوّل حصہ اوّل مکتوب دوم صفحہ:۶)

اس طویل مکتوب میں جو آپ نے اپنے پیر بزرگوار کو تحریر کیا ہے جہاں عظیم ہستیوں کے مقامات کی زیارت کا ذکر کیا ہے ۔ مثلاً خلفائے راشدین ائمہ اہل بیت، امامین کریمین، امام زین العابدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور یہ ذکر انتہائی تواضع وانکسار کو ملحوظ رکھتے ہوئے کیا ہے وہاں مشائخ عظام اور ان کی خصوصیات کا بیان بھی فرمایا ہے ۔ مثلاً حضرت خواجہ احرار، حضرت خواجہ نقشبند، حضرت خواجہ علاء الدین عطار، حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر، حضرت شیخ علاء الدولہ رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین ۔ علاوہ ازیں ان احباب کا بھی ذکر کیا ہے جو مختلف مقامات پر رک گئے ہیں مثلاً شیخ نور، مولانا معصود، سید شاہ حسین، میاں جعفر، میاں یحییٰ، شیخ عیسیٰ، شیخ کمال، شیخ ناگوری، شیخ مزمل، خواجہ ضیاء الدین ۔ ان دوستوں کے حالات کو اپنے تبصرے کے ساتھ، اپنے پیر بزرگوار کو آگاہ کیا ہے ۔

اس مکتوب سے مستنبط ہوتا ہے کہ علوم و معارف میں امام ربانیؒ کی رسائی روز بروز تعمیر وترقی کے مراحل سے گزر رہی ہے آپ پر عظیم ہستیوں کے اعلیٰ وارفع مقامات ظاہر اور مشائخ کے مقامات عیاں ہو رہے ہیں مثلاً ''وبالائی آن مقام ہیچ مقامی مفہوم نمی شود الا مقام حضرت رسالت خاتمیت علیہ من الصلوٰت اتمہا و من التحیات اکملہا ۔'' (صفحہ ۲۴)

ومحاذی مقام حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔۔۔۔۔ معلوم شد کہ آن مقام مقام محبوبیت است (صفحہ ۲۴) ۔۔۔۔۔ و در یاران دیگر ہم تفاوت ظاہر میشود ۔ (صفحہ ۲۵)

امام ربانی کے زیر نظر مکتوب کا مطالعہ کرنے والے قارئین اس امر کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ آپ واقعی بجا طور پر عرفان کے مجتہد اعظم ہیں، عظیم ہستیوں کے مقامات سے آگاہ، مشائخ عظام کے حالات پر نگاہ رکھے ہوئے اور احباب کے مقامات کی نگہبانی فرما رہے ہیں ۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ اول، مکتوب یازدھم نمبر صفحہ: ۲۱ تا ۲۷)

عروج وکمال کے بلند مقامات پر فائز اور عرفان کے مجتہد اعظم، جن کے ہر ہر مکتوب سے علم وعرفان کے چشمے اُبل رہے ہیں خود انکسار وتواضع کے پیکر نظر آتے ہیں۔ان کے انکسار وتواضع کے الفاظ کو نقل کرنے سے بھی حجاب وحیا دامنگیر ہو رہی ہے لہٰذا فقط اشارے پر اکتفا کرتا ہوں۔

''مد بر سیاہ رو و مقصر بدخو مغرور وقت وحال (صفحہ ۱۷)۔۔۔حسنات او شایان طعن وطرد'' (صفحہ ۱۷)

اس اقتباس کا پڑھنے والا حضرت مجدد کے تواضع وانکسار کے جذبے کی تحسین کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اول۔حصہ اول، مکتوب نہم صفحہ: ۱۷)

مکتوب ہفتم کے اس مختصر اقتباس پر توجہ مرکوز فرمائیے علوم ومعارف کا بحر ذخار ہے جس کی وسعتوں کو احاطہ تحریر میں لانا ممکن نہیں۔البتہ چند اشارات پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں:۔

۱۔ ان مقامات بلند کا مشاہدہ کرنے والی عظیم ہستی امام ربانی'' عظمتوں کے عروج وکمال پر نظر آتی ہے۔ (۲)

۲۔ یہ مشاہدہ شریعت مصطفوی ﷺ کے اتباع کی برکات سے حاصل ہوا ہے جب آپ نماز شکر وضو (تحیۃ الوضو) ادا فرمارہے تھے گویا شریعت کے سنن ومستحبات بھی موجب صد خیر وبرکت ہیں۔

۳۔ اس عظیم سعادت واعزاز کے حصول پر فخر ومباہات کا اظہار نہیں بلکہ اسے (تبوجہات علیہ حضرت ایشان) اپنے پیر بزرگوار کے فیضان صحبت کا ثمر قرار دیا ہے۔

۴۔ مشائخ اکابر اربعہ نقشبندیہ ودیگر مشائخ عظام کی زیارت اس عظیم مقام کے حصول کی آرزو کو مہمیز لگا رہی ہے اور عدم حصول کی وجہ سے پیدا ہونے والے اضطراب کا انداز محتاج بیان نہیں اور حصول کے بعد سکون وطمانیت کو پیر بزرگوار کی توجہ عالی کا نتیجہ ذکر کیا ہے۔

۵۔ پیر بزرگوار کی تربیت کے روحانی فیضان سے ذہن وقلب میں جلا اور روشنی اُمڈ رہی ہے جس سے حکمت وبصیرت اور حصول سعادت کے موجبات کی نشاندہی ہو رہی ہے۔

۶۔ مشائخ عظام کے درجات میں تفاوت نظر آرہا ہے۔(۳)

۷۔ یہ مقامات بلکہ مقام تکمیل تام طویل مجاہدے وریاضت سے حاصل ہوتا ہے۔

۸۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آپ ﷺ کو علم سمٰوت کی تعلیم کا اعزاز بھی شیخ طریقت اور پیر بزگوار کی ملازمت صحبت بابرکت اور روحانی تربیت کا ثمرہ ہے۔

۹۔ ''الطریق کلہ ادب'' کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی حکایت عروج وکمال کو اس انداز سے پیش کیا ہے کہ انکسار وتواضع کی جھلک نمایاں ہے۔(۴)

حکمت وبصیرت کے ایک غواص اور غوطہ زن کیلئے اس اقتباس میں بیش بہا موتیوں کی کمی نہیں لیکن اشارۃ النص سے عبارۃ النص کی طرف رُخ کرتے ہوئے اب ہم امام ربانی کے مکتوبات سے ان اقتباسات کا جائزہ لیتے ہیں جو صراحت اور وضاحت سے ان معانی ومطالب کے ذکر پر مشتمل ہیں۔

امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی نقشبندی سرہندی قدس سرہ کے مکتوبات اسرار ومعارف کا بیش قیمت خزانہ ہیں اور عظمت وفوقیت اسلام، اسلامی تصوف کی خصوصیات، عقائد حقہ توحید ورسالت کو نکھار کے ساتھ پیش کرنے، ارکان اسلام کی اہمیت وافادیت کو اجاگر کرنے کے دینی وعلمی مباحث میں بلند درجہ رکھتے ہیں۔ آپ نے انہیں عالمانہ، فاضلانہ، محققانہ اور مجتہدانہ انداز میں تحریر فرمایا ہے۔ مکتوبات کا مطالعہ کرنے والے نہ صرف یہ کہ آپ کے علمی و رُوحانی صلاحیتوں کے معترف ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے بلکہ انہیں یقین کی یہ نعمت اور دولت بھی میسر آتی ہے کہ حضرت مجدد واقعی درجہ امامت ومقام اجتہاد پر فائز ہیں۔ آپ کے مکتوبات میں سے دفتر اول کو دُر المعرفت، دفتر دوم کو نور الخلائق اور دفتر سوم کو معرفۃ الحقائق کے نام سے موسوم کیا گیا ہے تا کہ علم وعرفان اور معرفت کے ان سرچشموں کی نشاندہی عنوان سے ہی واضح ہو جائے۔ علم وعرفان کے سچے موتی اور امام ربانی کی اجتہادی بصیرت کے علمی براہین پر مبنی چند متعلقہ ومربوط اقتباسات پیش کرنے سے قبل یہ مناسب ہوگا کہ ان اُمور کا مختصر جائزہ لے لیا جائے کہ:

معرفت خداوندی اور علم وعرفان کا مقصد کیا ہے؟ قرآن حکیم اور سنت رسول اکرم ﷺ نے اس ضمن میں کیا رہنمائی عطا کی ہے اور اس بارے میں مشائخ عظام کے ارشادات کیا ہیں؟

قرآن حکیم نے جو علوم ومعارف کا عظیم، غیر محدود اور لامتناہی خزانہ ہے اور جس نے حیات انسانی کے جملہ شعبہ ہائے حیات میں جامع، کامل روشن اور محفوظ رہنما اُصول عطا فرمائے ہیں انسان کی سب سے بڑی سعادت اور نعمت، معرفت خداوندی کو قرار دیا ہے۔ جس سے انسان اور مرد مومن کو اللہ تعالیٰ کا خصوصی قرب، معیت اور رضوان کا حصول میسر آتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:۔

قد جاء کم من اللہ نورٌ و کتبٌ مبین یھدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سُبل السلام و یخرجھم من الظلمت الی النور باذنہ ویھدیھم الی صراط مستقیم (المائدۃ ۱۵.۱۶) (۵)

اس سلسلے میں پیر کرم شاہ لکھتے ہیں۔ "قرطبی نے امام حسن بصریؒ سے نقل کیا ہے کہ السلام: اللہ و عزجل اور علامہ بیضاوی نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے: او سبل اللہ (بیضاوی) یعنی معرفت

الٰہی کے وہ خاص راستے جن پر چلنے سے قرب حق نصیب ہوتا ہے اور دوری کے حجاب اٹھا دیے جاتے ہیں جو اپنے دل سے تمام خواہشات کو باہر نکال پھینکتا ہے اور اخلاص نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کے لئے شب و روز تڑپتا رہتا ہے تو آفتاب محمدی ﷺ کی شعائیں اس کیلئے ان راہوں کو منور و روشن کر دیتی ہیں جن پر چلنے سے اسے قرب حق نصیب ہوتا ہے۔(۶)

(ضیاء القرآن، از پیر محمد کرم شاہ الازہری) جلد اول، لاہور ۱۴۰۲ھ ص ۴۵۴)

سورۃ الانعام میں ارشاد باری ہے:

وما قدروا اللہ حق قدرہ (۷)

''اور اُنہوں نے نہ قدر پہچانی اللہ کی جیسے حق تھا اس کی قدر پہچاننے کا۔'' (الانعام:۹۲)

"صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ قدر کا اصلی معنی تو کسی چیز کی مقدار کو جاننا ہے لیکن اب اس کا اطلاق کسی چیز کو اس کے تمام پہلوؤں سے پہچاننے پر ہوتا ہے اب کثرت استعمال سے یہی اس کا معنی حقیقی ہو گیا ہے **واصل القدر معرفة المقدار بالسبر ثم استعمل فی معرفة الشئی علی اتم الوجوہ حتی صار حقیقه فیه** (روح) (۸)

برصغیر پاک و ہند میں اسلامی تصور کے اولین محسن حجۃ الکاملین حضرت ابوالحسن سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش لاہوریؒ فرمان خداوندی: (۹)

وما خلقت الجن والانس الالیعبدون کی تشریح میں تحریر فرماتے ہیں:

"یہاں یعبدون سے مراد یعرفون ہے یعنی میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی معرفت کے سوا اور کسی چیز کے لئے پیدا نہیں کیا اکثر لوگ اس سے غافل ہیں سوائے ان لوگوں کے جنہیں اللہ تعالیٰ نے منتخب کر کے دُنیا کی تاریکیوں سے نجات دے دی ہے اور ان کے دلوں کو اپنی محبت سے زندہ کر دیا ہے ارشاد باری ہے:

وجعلنا له نورا یمشی به فی الناس (۱۰) یعنی حضرت عمرؓ اس کی مثال ہیں۔

کمن مثله فی الظلمات (۱۱) یعنی ابوجہل

پس معرفت حق کے ذریعے دل کی زندگی اور حق تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز سے منہ پھیرنے کا نام ہے، ہر شخص کی قدر و منزلت اس کی معرفت کے مطابق ہے جسے معرفت حاصل نہیں وہ بے قیمت ہے۔ علماء اور فقہاء اللہ تعالیٰ کی ذات کے صحیح علم رکھنے کو معرفت کہتے ہیں جبکہ صوفیائے کرام کے نزدیک معرفت اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے حال کا صحیح رکھنا ہے اور یہ اس لئے کہ ان کے نزدیک

معرفت علم سے افضل ہے اور حال کی صحت صحیح علم کے بغیر ممکن نہیں مگر علم کی صحت حال کی صحت کی ضامن نہیں ہوتی یعنی جب تک عالم بحق نہ ہو عارف نہیں ہو سکتا مگر عالم کیلئے یہ ممکن ہے کہ وہ عارف نہ ہو۔ (۱۲)

سید علی ہجویری نے کشف حجاب اول۔ معرفت خداوندی۔ میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے۔

"لو عرفتم اللہ حق معرفته نمشیتم علی البحور وزالت بدعاکم الجبال" (۱۳)

(اگر تم اللہ تعالیٰ کو کماحقہ پہچان لیتے تو تم دریاؤں پر قدم رکھ کر گزر جاتے اور تمہاری دُعاؤں سے پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جاتے)

سید علی ہجویریؒ نے امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ضمن میں یہ تحریر کیا ہے کہ جب ان سے معرفت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؓ نے فرمایا:

عرفت اللہ باللہ و عرفت مادون اللہ بنور اللہ (۱۴)

(میں نے اللہ تعالیٰ کو خود اللہ کے ذریعے پہچانا اور ماسویٰ اللہ کو بھی اسی کے نور سے پہچانا)

سید علی ہجویریؒ نے کشف المحجوب میں مختلف جگہوں پر نیز معرفت خداوندی کے باب میں مشائخ عظام کے اقوال ذکر کئے ہیں ان میں سے فقط چند ایک پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں:

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں۔

ایاک ان تکون بالمعرفة مدعیاً (۱۵) (خبردار معرفت کا دعویٰ نہ کرنا)

یعنی اس کی حقیقت سے اپنا تعلق قائم کرنا کہ نجات حاصل ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔

نیز فرمایا حقیقة المعرفة اطلاع الخلق علی اسرار بموا صلة لطائف الانوار (۱۶)

(معرفت کی حقیقت لطائف انوار کے ذریعے مخلوق کا اسرار پر اطلاع پانا ہے)۔۔۔

حضرت ابویزیدؒ فرماتے ہیں:

المعرفة ان تعرف ان حرکات الخلق وسکناتھم باللہ (۱۷) (معرفت یہ ہے کہ تو یہ بات جان لے کہ مخلوق کی حرکات وسکنات خدا کی طرف سے ہیں)

(حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں: حقیقة المعرفة العجز عن المعرفة (۱۸) معرفت کی حقیقت معرفت سے عجز ہے)

باب کے آخر میں سید ہجویرؒ رسالتمآب ﷺ کے اس ارشاد گرامی کو بیان فرماتے ہیں:

"لا احصی ثناء علیک(۱۹) (میں تیری ثنا کا احاطہ نہیں کر سکتا)

یعنی جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا وہ ہر چیز سے کٹ گیا بلکہ ہر چیز کی تعبیر سے اس کی زبان گنگ ہو گئی اور اپنے اوصاف سے بھی فانی ہو گیا، چنانچہ جب تک آنحضور ﷺ حالت غیبت میں تھے آپ ﷺ افصح العرب والعجم تھے مگر جب آپ ﷺ کو غیبت سے حضور میں لے جایا گیا تو فرمانے لگے کہ مولیٰ! میری زبان کو یہ طاقت نہیں کہ وہ تیری ثنا کا حق ادا کر سکے میں کہوں تو کیا؟ میری زبان خاموش اور میرا حال بے حالی ہے، تو وہی ہے جو تو ہے، میری گفتار یا اپنے بارے میں ہو گی یا تیرے بارے میں، اگر اپنے بارے میں کچھ کہوں تو اپنی بات سے خود محجوب ہوتا ہوں اور اگر تیرے بارے میں لب کھولوں تو مقام قرب میں اپنے اس فعل سے حرف آتا ہے پس میں کچھ نہیں کہتا فرمان آیا! کہ اے محمد ﷺ! اگر آپ کچھ نہیں کہتے تو میں کہتا ہوں:

لعمرک اذا سکت عن ثنائی فاکمل منک ثنائی (مجھے تیری زندگی کی قسم! میری ثنا سے تیری خاموشی ہی میری سب سے بڑی ثنا ہے۔ یعنی اگر تو میری ثنا سے سکوت میں ہے تو میں نے کائنات کے ذرے ذرے کو تیرا نائب بنا کر حکم دیا ہے کہ میری ثنا کریں اور یہ ثنا تیری طرف سے شمار ہو۔ (۲۰)

اب ہم اپنے ممدوح امام ربانی کے علم و عرفان کے سمندر کا نظارہ سمندر کی اُٹھتی ہوئی موجوں سے کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں:

"بعثت انبیا علیہم الصلوٰت والتسلیمات رحمت عالمیان است اگر توسط وجود این بزرگواران نمے بود ما گمراہان بمعرفت ذات وصفات واجب الوجود تعالی وتقدس کہ دلالت میفرمود و مرضیات مولاء ماراجلشانہ از عدم مرضیات اوسبحانہ کہ تمیز مے نمود وعقول ناقصہ مابے تائید نور دعوت ایشاں ازین معنی معزول است وافہام ناتمام مابے تقلید ایں بزرگواران درین معاملہ مخزول آرے عقل ہر چند حجت است اما درحجیت ناتمام است و بمرتبہ بلوغ نرسیدہ، حجۃ بالغہ بعثت انبیا است علیہم و الصلوٰت والتسلیمات کہ عذاب وثواب اُخروی دائمی منوط بہ آنست (۲۱)

آپ کا ارشاد ہے "اگر توسل موجود شریف شان نبودے عقول بشری در اثبات صانع تعالیٰ عاجز بودے" (۲۱A)

شیخ عبدالعزیز جونپوری کو حمد باری تعالیٰ وشان رسالتماب ﷺ کے مختلف پہلوؤں کو اُجاگر کرتے ہوئے امام ربانی" اپنے طویل مکتوب میں متکلمانہ اور محققانہ انداز میں دقیق مسائل کو حل

فرماتے ہیں۔ فقط ایک مختصر اقتباس پیش کیا جارہا ہے:۔

فلا یصل حمدُ حامدٍ الی جناب قُدس ذاتِہٖ بل منتھی جمع المجاھدِ دُوْن سُرادقاتِ عزتِہٖ فھو الذی اثنی علی نفسہٖ و حمِدَ ذاتہٗ بذاتِہٖ فھو سبحانہ الحامدُ و المحمودُ وما سواہ عاجزٌ عن اداء الحمدِ المقصود کیف و قد عجز عن حمدہ سبحانہ من ھو حاملُ لِوَاءِ الحمد یومَ القیٰمۃ تحتہ ادمُ و من ھو دُونہ و ھو افضلُ البرایا و اکملُھم ظھورًا و ا مربھم منزلۃً و اجمعھم کمالًا و اشلُھم جمالًا و اتمھم کمالًا و اشملُھم جمالًا و اتمھم بدرًا و ارفعُھم قدرًا و اعظمھم ابھۃً و شرفًا و اقومُھُم دِیْنًا و اعزلُھم مِلَّۃً و اکرامُھم حسبًا و اشرفُھم نسبًا و اعرفُھم بیتًا لولاہُ لما خلقَ اللّٰہُ سبحانہ الخلقَ و لما اظھرَ الربوبیۃ و کان نبیًا و ادمُ بین الماءِ والطین و اذا کان یومُ القیامۃ کان ھو اِمام القیامۃ کان ھو اِمام النبیین و خطیبھم و صاحبَ شفاعتِھم الذی قال نحنُ الاخِرُون و نحنُ السابقُوْنَ یوْم القیٰمۃ و انی واقل قولٍ غیرِ فخرٍ و انا حبیبُ اللّٰہ و انا خاتم النبیین ولا فخر و انا اوّلُ الناس خروجًا اذا بُعثوا و انا قائدُ ھم اذا و فدُوا و انا خطیبھُمْ اِذا انْصَتوا و انا مُستشفِعُھم اذا حُبِسُوا و انا مُبشّرُھم اذا یئِسوا الکرامۃ و المفاتیحُ یومئذٍ بیدی۔ (۲۲)

اس مختصر لیکن انتہائی جامع، مفید، پُر اثر، مدلل و مستند اقتباس پر توجہ مرکوز کیجئے۔ علم و عرفان کا چشمہ اُبل رہا ہے۔ حمد باری اور شان رسالت کا عمدہ بیان ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ رُوح سے اٹھنے والے جذبات قارئین کی روح کو گرما اور تڑپا رہے ہیں بقول شاعر

نغمہ وہی ہے نغمہ کہ ظالم ۔ رُوح سُنے اور رُوح سنائے

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کی مکتوبات کی تشریح میں ضخیم کتابیں لکھی جاسکتی ہیں۔ راقم الحروف ان چند اشارات پر اکتفا کرتے ہوئے قارئین کی توجہ کو اس ارشاد باری کی طرف مبذول کرتا ہے جو امام ربانیؒ کے جذبات وتخیلات کا ماخذ و مرجع ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

لقد من اللّٰہ علی المومنین اذبعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم ایٰتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمہ و ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔ (۲۳)

(یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب اس نے بھیجا ایک رسول انہی میں سے پڑھتا ہے ان پر اللہ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے اُنہیں اور سکھاتا ہے انہیں قرآن اور سنت، اگرچہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے)۔

یہ کتنا عظیم احسان ہے ہر شخص پر جس نے، جس زاویے سے بھی اس پر غور وفکر کیا اسے غیر محدود اور لامتناہی احسان قرار دیا۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

''درندہ صفت انسان کیونکر فرشتہ سیرت بن گئے۔ جنہیں کوئی اپنا غلام بنانا بھی پسند نہیں کرتا تھا کیونکر آئین جہانبانی میں دنیا بھر کے استاد ہو گئے جن کی گٹھی میں شراب تھی، ظلم وستم جن کا شعار تھا، کفر وشرک اور فسق وفجور کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں بھٹکتے بھٹکتے صدیاں گزر چکی تھیں۔ ان میں یہ تبدیلی اور ہمہ گیر انقلاب کیونکر آیا جنہوں نے بھی ان حقائق پر غور کیا ہے وہی اس نبی معظم کی شان رفیع کو جان سکتے ہیں تلاوت آیات، تعلیم کتاب وحکمت کے علاوہ تزکیہ نفس اور تربیت صالحہ سے یہ مبارک انقلاب رو پذیر ہوا۔ (۲۴)

سید قطب شہید نے اپنی شاہکار تفسیر ''فی ظلال القرآن'' میں محسن حقیقی جلشانہ کے اس احسان عظیم کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

لقد كانت المنة الالهية على هذه الامة بهذا الرسول و بهذه الرسالة عظيمة عظيمة. (۲۵)

بہر کیف یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ پوری تاریخ عالم میں ہمیں ایسی عظیم ہستی سوائے رسول کریم ﷺ کے کوئی نہیں ملتی جو مفکر ومدبر بھی ہو، مصلح وہادی بھی ہو، حکمران اور فاتح بھی ہو، جو معاشرت معیشت، سیاست، قانون، تعلیم، اخلاق اور عقائد وافکار میں عظیم انقلاب برپا کرے لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ رُوحانیت کا سرچشمہ اور قیامت تک آنے والی نسل انسانی کے روحانی الذہن افراد کیلئے ایک بے مثال دائمی نمونہ عمل بھی ہو۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ، اسی رہبر انقلاب، ہادی کامل کے اُسوۂ حسنہ سے مستنیر ومستفیض ہوئے۔ ان کی شخصیت اور ان کی تعلیمات میں رسول اکرم ﷺ کے روحانی فیض کی جھلک نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔

امام ربانیؒ نے معرفت کے حصول کو انبیا کرام کی بعثت بالخصوص ظہور قدسی محمد عربی ﷺ کا ثمر قرار دیا ہے کیونکہ یہی وہ چشمہ فیض ہے جہاں سے معرفت خداوندی اور علم وعرفان کے چشمے

پھوٹتے ہیں۔ امام ربانی نے چونکہ اپنے شعور کی آنکھ ایک ایسے دور میں کھولی تھی جب کہ اسلامی تصوف میں عجمی اثرات داخل ہو رہے تھے آپ نے جہاں ان عجمی اثرات کا ازالہ فرمایا وہاں بعض دقیق مسائل جو ذہنوں میں گھر کر چکے تھے انہیں بھی شافی طور پر حل فرمایا۔

مولانا طاہر بدخشی کے نام اپنے مکتوب میں ''درمیان معرفت و ایمان حقیقی چہ فرق است'' تحریر فرماتے ہیں۔

''معرفت دیگرست، ایمان دیگر۔ چہ معرفت شناختن است و ایمان گرویدن ست شناخت بود و گرویدن نبود اہل کتاب را در حق پیغمبر ما علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام معرفت بود وے شناختند کہ پیغمبر است کما قال اللہ تعالیٰ اما بوسطہ عناد چوں گرویدن نبود ایمان متحقق نشد''
(۲۶)

مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید کے نام اپنے مکتوب میں ''عدم معرفت و عجز از معرفت'' کے فرق و امتیاز کو اُجاگر فرماتے ہوئے یوں منکشف فرماتے ہیں:

''عجز از معرفت نصیب اکابر اولیاست۔ عدم معرفت دیگر است و عجز از معرفت دیگر ــــــ عدم معرفت جہل است و عجز از معرفت علم بلکہ عجز متضمن دو علم است علم بشے و علم بعدم دریافت کنہ آن شے از جہت کمال عظمت و کبریائے آن شے، اگر علم ثالث را ہم درج بکنیم گنجایش دارد و آن علم بعجز و قصور خود ست کہ مویدمقام عبدیت و عبودیت خود ست و در عدم معرفت جہل است بسا ست کہ آن جہل مُرکب گردد و جہل خود را جہل نداند و علم انگارد و در عجز معرفت ازیں معرض نجات تام است بلکہ این مرض آنجا گنجایش ندارد کہ اعتراف بعجز خود دارد و اگر عدم معرفت و عجز از معرفت یکے باشد ہمہ ناداناں عرفا بوند۔۔ عجز از معرفت مدحے است کہ شباہت بذم دارد و عدم معرفت ذمے ست صرف کہ رائحہ از مدح ندارد رب زدنی علما بکمال العجز عن معرفتک ــــــ'' (۲۷)

امام ربانیؒ نے مولانا حسن دہلوی کو اپنے طویل مکتوب میں جو حقیقت محمدی علیہ من الصلوٰت افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کے بیان اور بعض دیگر دقیق مسائل کے شافی جوابات پر مشتمل ہے ضمناً وجوب معرفت کے مسئلہ کی گرہ کشائی ان الفاظ میں فرمائی ہے:۔

''وجوب معرفت بآں معنی است کہ ہرچہ شرع بآں وارد شدہ است در معرفت ذات و صفات واجبی جل شانہ شناختن آن واجب است و ہر معرفت کہ از غیر شریعت مستفاد گردد

نزد فقیر آنرا معرفت خدا گفتن جرأت ست وبطن و تخمین بر حق حکم کردن جل وعلا (۲۸)

بلکہ -------این فقیر را بمحض فضل وکرم بآن مہتد ساختہ اند وآن دقیقہ آنست کہ حق معرفت آنست کہ بآن معارف شرعیہ عارف را عجز از معرفت لاحق شود" (۲۹)

"عجز از معرفت کی بحث اس قدر لذیذ ہے کہ دراز تر گفتم کے باوجود عجز از تحریر کا اعتراف کئے بغیر چارہ نہیں، مضمون طویل ہو رہا ہے لہٰذا آخری گذارش پیش کرتا ہوں کہ معرفت خداوندی اور وہ علم جو عجز از معرفت ۔ سے مستفاد ہوتا ہے اس عرفان کے حصول کی مساعی کے لئے امام ربانی نے کن اصولوں کی نشاندہی فرمائی ہے۔

حضرت شیخ مجددؒ علم وعرفان کے مجتہد اعظم ہیں ان پر وارد معارف واسرار مخصوصہ وہ بھی ہیں جو آپ نے کبھی بیان نہ فرمائے اور وہ بھی جو چند ایک بعض محرمان راز سے ذکر کئے ان معارف کا تو ذکر ہی ممکن نہیں علاوہ ازیں آپ نے عام طالبین کی رہنمائی کیلئے جو تحریر فرمائے ان کا بھی حیطہ تحریر میں لانا محال ہے لہٰذا راقم الحروف سمندر سے شبنم یا لذت طعام کے تناظر میں "دیگ سے دانہ" پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے اور وہ بھی اپنے علمی عجز و بے بضاعتی کے کامل اعتراف کیساتھ بلکہ اسے جرأت پر بھی محمول کرنا ہوگا اس لئے کہ مفصل کو مجمل میں سمونا امر محال ہے تو مجمل کو اشارات میں سمیٹنا اس سے بھی محال تر ہے تاہم میں نے ان میں سے زیادہ اہم کو ملحوظ رکھتے ہوئے اشارات پر اکتفا کرنے کی سعی ضرور انجام دی ہے۔

۱۔ عقائد حقہ: امام ربانی، خان جہان کو اپنے طویل مکتوب میں عقائد کی اہمیت وضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"آدمی را از تصحیح عقائد بموجب آرائے فرقہ ناجیہ اہل سنت وجماعت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کہ سواد اعظم وجم غفیر اند چارہ نبود تا فلاح ونجات اُخروی متصور شد وخبث اعتقاد کہ مخالف معتقدات اہل سنت ست سم قاتل است کہ بموت ابدی وعذاب سرمدی برساند-------

"بدانند کہ ۔ اللہ تعالیٰ بذات قدیم خود موجود است ------صفحہ:۴۰۔۴۱

- او سبحانہٗ یگانہ است شریک ندارد نہ در وجوب وجود ونہ دراستحقاق عبادت -------صفحہ:۴۱

- ومر او را تعالیٰ صفات کاملہ است ازاں جملہ حیات وعلم وقدرت وارادت وسمع وبصر وکلام وتکوین ست ۔ صفحہ:۴۱

- واُو تعالیٰ از صفات ولوازم جواہر واجسام واعراض منزہ است، زمان ومکان وجہت را در

حضرت اوتعالیٰ گنجائش نیست۔۔۔۔۔صفحہ:۴۱

- بے خبر باشد کہ اورا سبحانہ فوق العرش خواندو جہت فوق اثبات کند عرش و ماسوائے آن ہمہ حادث اند۔۔۔۔۔ صفحہ:۴۱

- واوتعالیٰ جسم وجسمانی نیست، جوہر وعرض نیست، محدود ومتناہی نیست۔۔۔۔ (صفحہ:۴۲)

- واو تعالیٰ باہیچ چیز متحد نشود و ہیچ چیز باوے متحد نگردد نیز ہیچ چیز دروے تعالیٰ حلول نکند۔۔'' صفحہ:۴۲

- باید دانست کہ اسماء اللہ تعالیٰ توقیفی اند یعنی موقوف بر سماع اند از صاحب شرع۔۔'' صفحہ:۴۲

- قرآن کلام خدا است جل سلطانہ کہ بلباس حرف وصوت درآوردہ بر پیغمبر ما علیہ وعلی الہ الصلوٰہ والسلام منزل ساختہ است۔۔۔۔۔(۳۰) (صفحہ:۴۳)

۲۔ اوامر ونواہی واُصول پنجگانہ اسلام۔

امام ربانیؒ نے اسی طویل مکتوب میں تحریر فرمایا ہے:

''بعد از تصحیح اعتقاد از امتثال آوامر وانتہا از نواہی شرعیہ کہ بعمل تعلق دارد نیز چارہ نبود۔ نماز پنجوقت بے فتور با تعدیل ارکان۔۔۔۔۔اصل اول ایمان بخدا ورسول اوست جل شانہ واصل دوئیم نماز ست واصل سیوم اداء زکوٰۃ است واصل چہارم روزہ ہائے ماہ رمضان ست واصل پنجم حج بیت اللہ است۔ اصل اول بایمان تعلق دارد واصول اربعہ باعمل تعلق دارند۔۔۔۔۔(۳۱)

اتباع سنت: امام ربانیؒ اپنے طویل مکتوب میں جو آپؒ نے سید شاہ محمد کو تحریر فرمایا ہے اتباع سنت کی

اہمیت کو واضح کرتے ہیں'' متابعت آن سرور علیہ وعلی الہ الصلوٰۃ والسلام کی سرمایہ سعادت دینیہ ودُنیویہ است درجات ومراتب دارد۔

- درجہ اُولیٰ مرعوام اہل اسلام راست از اتیان احکام شرعیہ ومتابعت سنت سنیہ بعد از تصدیق قلب وپیش از اطمینان نفس کہ بدرجہ ولایت مربوط است وعلماء ظواہر وعباد وزہاد کہ معاملہ شان باطمینان نفس نہ پیوستہ است ہمہ درین درجہ متابعت شریک کندو درحصول صورت اتباع برابرند۔۔ این صورت متابعت دررنگ حقیقت متابعت موجب فلاح ورستگاری آخرت است ومنجی از عذاب نار است ومبشر بدخول جنت۔ (صفحہ:۶)

- درجہ دوم از متابعت اتباع اقوال واعمال اوست علیہ وعلی الہ الصلوٰۃ والسلام کہ بباطن تعلق

دارداز تہذیب اخلاق و دفع رزائل صفات وازالہ امراض باطنیہ وعلل معنویہ کہ بمقام طریقت متعلق اند۔۔۔۔(صفحہ:۶)

- درجہ سوم از متابعت اتباع احوال واذواق امواجید آن سرور است علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کہ بمقام ولایت خاصہ تعلق دارند این درجہ مخصوص بار باب ولایت است۔۔۔۔۔۔

- درجہ چہارم از اتباع مخصوص بعلماء راسخین است۔۔۔۔۔علامتے از برائے علماء راسخین بیان کنم تا ہر ظاہر دانے دعویٰ رسوخ نماید۔۔۔۔۔

- درجہ پنجم ار متابعت در اتباع کمالات آن سرور است علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کہ علم وعمل را درحصول آن کمالات مدخلے نیست بلکہ۔۔۔۔۔۔۔(صفحہ:۹)

- درجہ ششم افاضۂ کمالات آن بجد و محبت است۔۔۔۔۔(صفحہ:۹)

- درجہ ہفتم از متابعت آنست کہ تعلق بنزول وہبوط دارد واین درجہ سابع از متابعت جامع جمیع درجات سابق است۔۔۔۔ صفحہ:۹ (۳۲)

ذرا غور و فکر فرمایئے توجہ مبذول کیجئے۔ متابعت کے ساتوں درجات کی خصوصیات سے کامل طور پر آگاہ و باخبر ہستی۔ امام ربانی کو اگر عرفان کا مجتہد اعظم نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے؟ اگر علم و عرفان کا سمندر موجزن نظر آتا ہے تو دوسری طرف عرفان مقام مصطفیٰ ﷺ کی عظمتوں سے مستنیر و مستفیض ہونے کی سعادت سے بہرہ یاب ہے اور تیسری طرف عرفان کے انوار و تجلیات کو اطراف اکناف عالم تک پہنچانے کے لئے سرگرم ہے سبحان اللہ!

شریعت سے کامل وابستگی:

قاضی موسیٰ کو التزام شریعت کی ترغیب دیتے ہوئے امام ربانی تحریر فرماتے ہیں۔

"النصیحة هی الدین و متابعة سیّد المرسلین علیه و علیهم الصلوٰت والتسلیمات غایةُ مَا فی الباب متابعت رااقسام ست یک قسم آن اتیان احکام شرعیہ است..................(۳۳)

امام ربانی شیخ محمد چتری کو اپنے مکتوب میں شریعت کی اہمیت وافادیت کو اُجاگر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مخدوما بعد از طے منازل سلوک و قطع مقامات جذبہ معلوم شد کہ مقصود ازین سیر وسلوک تحصیل مقام اخلاص است کہ مربوط بفنائے آلہہ آفاقی و انفسی است واین اخلاص جزویست

از اجزائے شریعت چہ شریعت را سہ جزو است علم و عمل و اخلاص۔ پس طریقت و حقیقت خادم شریعت اند در تکمیل جزو او کہ اخلاص است۔ حقیقت کار این است اما فہم ہر کس اینجا نرسد اکثر عالم بخواب وخیال آرمیدہ اند......از کمالاتِ شریعت چہ دانند...... (۳۴)

خواجہ شرف الدین حسین کو اپنے مکتوب میں نصیحت فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''فرزند عزیز با تمیز زنہار بمزخرفات دنیہ راغب نشوی و بطمطراقات فانیہ فریفتہ نگردی و سعی نمائی کہ در جمیع حرکات و سکنات بمقتضائے شریعت غرّا عمل نمودہ آید و برونق ملت زہرا زندگانی کردہ شود................ (۳۵)

شیخ نظام تھانیری کو فرض ونوافل کے درجات کا فرق بیان کرتے ہوئے امام ربانی'' تحریر فرماتے ہیں:

''مقربات اعمال یا فرائض اند یا نوافل۔ نوافل را در جنب فرائض، ہیچ اعتبار نیست۔ ادائے فرضی از فرائض در وقتی از اوقات بہ از ادائے نوافل ہزار سالہ است...... مثلاً تصدق دانگی درحساب زکوٰۃ ہمچنانکہ از تصدق جبال عظام از ذہب بطریق نفل بمراتب بہتر است...... امام اعظم کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بواسطہ ترک اَدبے از آداب وضوئے نماز چہل سالہ را قضا فرمودند (۳۶)

امام ربانی'' اور احکام شرعیہ کے علم کا حصول: احکام شرعیہ کے علم کی تحصیل کی اشد ضرورت کا احساس دلاتے ہوئے امام رَبانی فرماتے ہیں:

''اَعمال را تصحیح وقتی میسر شود کہ اعمال را بشناسد و کیفیت ہر عمل بداند و آن علم احکام شرعی است از نماز و روزہ و سائر فرائض و علم معاملات و نکاح و طلاق و مبالیات و علم ہر چیز کہ حق سبحانہ وتعالیٰ بہ واجب ساختہ است و اورا بدان دعوت فرمودہ است و ایں علوم اکتسابیہ است از آموختن آن ہیچکس را چارہ نیست و علم میان دو مجاہدہ است یکے مجاہدہ در طلب آن قبل از حصول و مجاہدۂ دوم در استعمال آن بعد از حصول پس باید ہمچنانکہ در مجلس شریف از کتب تصوف مذکور مے شود از کتب فقہیہ نیز مذکور شود۔'' (۳۷)

شریعت و طریقت و حقیقت کا حسین اِمتزاج:

امام ربانی'' نے میر محمد نعمان کو مجاہدات کی ترغیبؒ دیتے ہوئے تحریر فرمایا: ''از کسل بعمل آمدہ واز فراغت بمجاہدہ رُو آوردہ۔ وقت کشت و کار است نہ موسم خورد و خواب۔ (۳۸)

شیخ محمد یوسف کو نصیحت فرماتے ہوئے آپ نے لکھا:

''ظاہر را بظاہر شریعت و باطن را باطن شریعت کہ عبارت از حقیقت است متحلی و متزین دارند چہ حقیقت و طریقت عبارت از حقیقت شریعت است و طریقت آن حقیقت نہ آنکہ شریعت امری دیگرست و طریقت و حقیقت دیگر کہ آن الحاد و زندقہ است۔ (۳۹)

میر محمد نعمان کے سوال کہ دُعا و تفرع و زاری و دوام التجا و تلاوت قرآن و نماز کس پر ترجیحی عمل کیا جائے؟ جواباً تحریر فرماتے ہیں:

از ذکر گفتن چارۂ نیست باآین ہر چہ جمع شود دولتست مدار وصول بر ذکر نہادہ اند چیز ہائے دیگر در رنگ ثمرات و نتائج ذکر اند...... ذکر نفی و اثبات در رنگ وضو است کہ شرط نماز است تا طہارت درست نشود شروع در نماز ممنوع است...... تمتعات دنیوی و مزخرفات فانی لاشے محض است عاقل بآن مفتون نشود و مبتلا نہ گردد و پیش نظر باید کہ احوال آخرت بود و دوام بذکر مشغول باشد (۴۰)

امام ربانیؒ، خان اعظم کو طریقہ علیہ نقشبندیہ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

'' طریق حضرات خواجگان قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم مبنی بر اندراج نہایت در بدایت است، حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ فرمودہ اند کہ ما نہایت را در بدایت درج می کنیم و این طریق بعینہ طریق اصحاب کرامؓ است...... (۴۱)

قاضی موسیٰ کو صحبت اربان جمعیت، صحبت شیخ کی تلقین فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

بالجملہ مدار افادہ و استفادۂ این طریقہ بر صحبت ست (۴۱/A)

بگفتن و نوشتن کفایت نمیشود حضرت خواجہ نقشبند فرمودہ اند قدس سرہ کہ طریقہ ما صحبت ست و اصحاب کرام بدولت صحبت خیر البشر علیہ و علیھم الصلوٰت و التسلیمات از اولیاء امت افضل آمدند (۴۲)

'' بلکہ گویم کہ فی الحقیقت وجود اہل اللہ کرامتے ست از کرامات و دعوت ایشان مر خلق را بحق جل سلطانہ رحمتے ست...... الخ (۴۲A)

ترویج اسلام: امام ربانیؒ، اپنے مکتوب میں لالا بیگ کو دو قومی نظریہ، مسلم قومیت اور ملی تشخص کو اجاگر کرنے کی تلقین فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

غربت اسلام نزدیک بیک قرن است بر نہجے قرار یافتہ است کہ اہل کفر بمجرد اجرایٔ احکام کفر بر ملا در بلاد اسلام راضی نمی شوند، میخواہند کہ احکام اسلامیہ بالکلیہ زائل گردد و اثرے

از مسلمانان ومسلمانی پیدانشود وکار را تا بآن سرحد رسانیده اند کہ اگر مسلمانی از شعار اسلام اظہار نماید بقتل میرسد...... درابتدا پادشاہت اگر مسلمانی رواج یافت ومسلمانان اعتبار پیدا کردند فبہا اگر عیاذاً اللہ سبحانہ درتوقف افتاد کار بر مسلمانان بسیار مشکل خواہد شد الغیاث الغیاث ثم الغیاث الغیاث......(۴۳)

میر محمد نعمان کو اپنے طویل مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

الشرع تحت السیف رواج شریعت غرا مربوط بحسن اہتمام سلاطین عظام ست...... ناچار اسلام ضعیف کشتہ کفار ہند بے تحاشی ہدم مساجد می نمانید...... نیز کفار برملا مراسم کفر بجا مے آرند ومسلمانان دراجرائے اکثر احکام اسلام عاجز اند......افسوس صد ہزار افسوس بادشاہ وقت از ماست وما فقیراں باین زبونی وخرابی......الخ (۴۴)

گویا سلاطین عالم کو توجہ دلائی جارہی ہے کہ وہ عظمت وصداقت اسلام کا بول بالا کرنے کیلئے میدان عمل میں آئیں اور شریعت مصطفوی کو قانون کی صورت میں نافذ کریں اور اسلامی اقدار کو مقدور بھر فروغ دیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سلاطین عالم سے قطع نظر، عامتہ المسلمین کیلئے امام ربانی کا پیغام عصر حاضر کے مسلمانان عالم کے نام یہ ہے جسے اجمالاً علامہ اقبال نے امام ربانی کے افکار سے متاثر ہو کر اس شعر میں سمو دیا ہے ؎

تانہ خیزد بانگ حق از عالمے　　　گر مسلمانی نیاسائی دمے

اس اجمال کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ امام ربانیؒ اپنے آقا ومقتدا احمد مجتبیٰ ﷺ کی متابعت کی سعادت کے حصول اور ان کے اسوہ حسنہ کی پیروی اور فیضان سے اس قدر مستنیر و مستفیض ہو چکے ہیں کہ ان کے روز وشب بھی ''ان لک فی النھار سبحا طویلا ○ و اذکر اسم ربک و تبتل الیہ تبتیلا (۴۵) کے معمولات نبوی اور سنت مبارکہ میں ڈھل گئے ہیں اور اس عظیم مقام اور تکمیل تام کے حصول پر وہ مطمئن نہیں ہو گئے بلکہ اس نور کو جملہ فرزندان توحید تک پہنچانے کیلئے عزم راسخ کے ساتھ سرگرم عمل ہیں۔ میر محمد نعمان کو تاکید فرماتے ہیں:

''نصف شب را برائے خواب مُعد سازند ونصف دیگر را برائے طاعت وعبادت...... و سعی فرمایند کہ در دوام حصول این دولت فتور نرود......الخ (۴۶)

گویا مردِ مومن کو شریعت کے ساتھ کامل وابستگی حاصل ہو اور رات کے سہانے سماں میں وہ معرفت خداوندی کے حصول کیلئے ذکر وعبادت میں مشغول ہو جائے اس طریق سے مردِ مجاہد کو توکل اور یقین کی وہ نعمت نصیب ہوگی کہ بقول اقبال ؎

جب اس انگارۂ خاکی میں ہوتا ہے یقین پیدا
تو کر لیتا ہے یہ بال و پر روح الامین پیدا

اور وہ حق پر استقامت اختیار کرنے میں کبھی تذبذب کا شکار نہ ہوگا۔ حب الٰہی کی تپش (اشد حبا اللہ) (۴۷) اور حب رسول کی نعمت سے سرفراز ہو کر ''جہاد فی سبیلہ'' (۴۸) اس کیلئے آسان ہو جائے گا اس کے عزم کی چٹان سے رکاوٹیں ٹکرا کر پاش پاش ہوتی چلی جائیں گی۔ یہ راستہ بڑا دشوار اور منزل بہت کٹھن ہے امام ربانی کے پسندیدہ شعر میں یہ اشارہ موجود ہ: کیف الوصول الی سعاد و دونها قلل الجبال و دونهن خیوف

(سعاد (محبوبہ) تک پہنچنا آسان نہیں کیونکہ اس کے اور میرے درمیان پہاڑوں کی بلند چوٹیاں اور خوفناک گھاٹیاں حائل ہیں)

اور یہ شعر آپ کو پسند کیوں نہ ہو! آپ کی پوری زندگی اس محور کے گرد گھوم رہی ہے

؎ زندگانی کی حقیقت کوہکن کے دل سے پوچھ
جوئے شیر و تیشہ و سنگ گراں ہے زندگی

ایک مکتوب میں فرمایا:

''باوجود مرادیت چندان قطع منازل کردہ میشود کہ مریداں را در عمر نوح ہم معلوم نیست کہ میسر شود'' (۴۹)

عرفان کا یہ مجتہد اعظم، معرفت خداوندی کی نعمت سے سرشار ہو کر جہاں اس بادہ جانفزا سے خود لطف اندوز ہوتا ہے وہاں اپنے آقا و مقتداء عالمی اور آفاقی نبی رحمت ﷺ کی اتباع میں علم وعرفان کی اس نعمت کو اطراف واکناف عالم تک پہنچانے کیلئے سرگرم عمل اور مستعد نظر آتے ہیں۔

؎ قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
اور دہر میں اسم محمد سے اُجالا کر دے

چنانچہ سلاطین، شہزادوں، معزز افسران و امراء کو وعظ وارشاد اور مکتوبات کے ذریعے تبلیغ کا فریضہ بطریق احسن انجام دے رہے ہیں بیرونی ممالک میں تبلیغی وفود بھجوا رہے ہیں اور مسلمانان عالم کی صلاح اعظم کیلئے نہ صرف خود سرگرم عمل ہیں بلکہ اپنے متوسلین اور مجاہدین ملت کو حوصلہ دلا رہے ہیں کہ وہ علم وعرفان اور معرفت خداوندی کے حصول کیلئے بھرپور مساعی عمل میں لائیں۔

مثل کلیم ہو اگر معرکہ آزما کوئی
اب بھی درخت طور سے آتی ہے بانگ لاتخف

اپنے اس مختصر مقالے کو اس دعا پر ختم کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں:

ونسئلک اللهم بنور وجهک الذی ملا ارکان عرشک ان تنزع فی قلبی معرفتک حتی اعرفک حق معرفتک کما ینبغی ان تعرف به
وصلی الله علی سیّد نا محمد خاتم النبین و امام المرسلین و علی اله و صحبه و سلم تسلیماً و الحمد لله رب العلمین ٥

حوالہ جات

۱۔ دفتر اوّل مکتوبات امام ربانی، حصہ اوّل، مکتوب ہفتم صفحہ نمبر۱۳۔۱۴

۲۔ مزید تفصیل کیلئے دیکھئے مکتوب اول: "در ہر طعامی وشرابی وکسوتی جدا جدا متجلی شد۔۔۔۔ خصوصیات ایں تجلی را بہ تحریر بعرض نمی تواند رسانید گویا نا قابل بیان حد تک آپ پر تجلیات وانوار عرفان کی بارش ہو رہی ہے (مکتوب اول از دفتر اول مکتوبات امام ربانی حصہ اول صفحہ ۳ نیز ملاحظہ ہو مکتوب دوم: از عنایات خداوندی جل وعلا کہ بہ برکت توجہات علیہ حضرت ایشان علی التواتر والتوالی فائض وواردواند چہ عرض نماید

۳۔ مکتوبات امام ربانی دفتر اوّل حصہ اوّل مکتوب نمبر۲ صفحہ نمبر۶

۴۔ ایضاً

۵۔ المائدہ : ۱۵۔۱۶

۶۔ ضیاء القرآن جلد اوّل صفحہ:۴۵۴ از پیر کرم شاہ صاحب اظہری

۷۔ الانعام۔۹۲

۸۔ ضیاء القرآن، جلد اول، صفحہ: ۵۸۰

۹۔ الذٰریٰت:۵۶

۱۰۔ الانعام:۱۲۳

۱۱۔ ایضاً

۱۲۔ کشف المحجوب، ترجمہ از سید محمد فاروق القادری، لاہور، ۱۹۸۹ء، ص ۵۰۴

۱۳۔ ایضاً،۵۰۳

۱۴۔ ایضاً،۵۰۶

۱۵۔ ایضاً،۵۱۵

۱۶۔ ایضاً،۵۱۶

۱۷۔ ایضاً،۵۱۷

۱۸۔ ایضاً،۵۱۸

۱۹۔ ایضاً،۵۲۰

۲۰۔ ایضاً،۵۲۰

۲۱۔ مکتوبات امام ربانی دفتر اول حصہ چہارم مکتوب نمبر ۲۶۶ دوصد وشعت وششم، ص ۱۱۷، یہ طویل مکتوب ص ۱۰۴ سے ص ۱۳۷ تک یعنی تیس سے زائد صفحات پر پھیلا ہوا ہے جو مبسوط علمی مباحث پر مشتمل ہے۔

۲۱/a۔ ایضاً دفتر سوم حصہ ہشتم مکتوب اور قدما فلاسفہ حکمائے یونانی تک پھیلا ہوا ہے

۲۲۔ مکتوبات امام ربانی دفتر دوم، حصہ ششم ۴۳۵۔ یہ مکتوب ص نمبر ۱۱۱ اور نہایت قیمتی اور مفید علمی مباحث پر مشتمل ہے۔

۲۳۔ آل عمران: ۱۶۴

۲۴۔ ضیاء القرآن، جلد اول، ص ۲۹۳

۲۵۔ فی ظلال القرآن، آل عمران: ۱۶۴ کی تشریح میں ابتدائی الفاظ لکھے ہیں بعد میں اسکی تاریخی توجیہ پیش کی ہے۔

۲۶۔ مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، حصہ نہم مکتوب ۹۱ نود و یکم، صفحہ ۴۲ آپ نے آئندہ سطور متصلہ میں مبسوط علمی گفتگو فرمائی ہے جو آپ کی علمی و روحانی صلاحیتوں کی عکاسی کرتی ہے اور آپ نے دلیل بھی قرآن حکیم کی آیت صریح سے ذکر کی ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ اس میں ''یعرفونہ'' اور ''یعرفون'' کا مادہ اشتقاق وہی ہے جو معرفت کا ہے۔ سبحان اللہ جس ذات کریم جلشانہ نے امام ربانی کو ایسا عظیم فہم رسا عطا فرمایا اور اُنہوں نے معرفت روحانی کو معرفت زبان وادب سے مربوط کر کے تحریر میں بھی ادبی لطافت پیدا فرمادی۔

۲۷۔ مکتوبات امام ربانی دفتر سوم، حصہ نہم مکتوب نمبر ۷۷ ہفتاد و ہفتم، ص ۶ ذرا مکتوب پر غور وفکر اور نمائر توجہ مبذول فرمایئے آپؒ کی مجتہدانہ بصیرت اپنے اوج وکمال پر نظر آتی ہے اور ساتھ ہی مدح بصورت ذم اور ذم بصورت مدح کی مثال سے نہ صرف مسئلہ کی وضاحت ہوتی ہے بلکہ زبان وادب کے تناظر میں فصاحت وبلاغت کا تلاطم موجزن نظر آتا ہے۔

۲۸۔ سورۃ یونس، آیت نمبر ۶۸

۲۹۔ وبات امام ربانی، دفتر سوم، حصہ نہم مکتوب ۱۲۲ صد و بست و دوم، ص ۱۴۱۔ آپ کی دقیقہ اسی فصاحت اور فہم وفراست کی عظمتوں کو سلام، کتنے عمدہ پیرائے میں مسئلہ کو حل فرمایا ہے اور اس کمال کو فضل خداوندی قرار دیا ہے۔

۳۰۔ مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، حصہ ہفتم، مکتوب نمبر ۶۷ شصت و ہفتم، ۳۴۰۔ امام ربانی نے سترہ ۱۷ عقائد درج فرمائے ہیں جو صفحہ نمبر ۴۷ تک چلے گئے ہیں۔ ہر عقیدہ بیان کرنے کے بعد

دلائل و براہین کے ساتھ گفتگو فرمائی ہے اٹھارواں عقیدہ علامات قیامت پر ہے اور ظہور حضرت مہدی ونزول حضرت روح اللہ وخروج دجال وظہور یاجوج و ماجوج اور دیگر نشانیوں کا ذکر فرمایا ہے۔

۳۱۔ ایضاً بعد ازاں آپ نے نماز کی اہمیت کو اُجاگر فرمایا ہے کہ ''اگر نماز درست آمد محاسبہ دیگر بعنایۃ اللہ سبحانہ بسہولت گذشت ۔۔الخ ایک دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں: نماز را حسن لذاتــہ گفتہ اند دررنگ ایمان وعبادات دیگر را حسن لذواتھا نیست (دفتر سوم حصہ نہم مکتوب ۷۷ص ۸)

۳۲۔ مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، حصہ ہفتم صفحہ نمبر ۹۔امام ربانی نے درجہ ہفتم کو تصدیق قلب تمکین قلب، اطمینان نفس اور اعتدال اجزاء قالب کا حسین امتزاج اور موطن قرار دیا ہے گو ہر درجہ اپنے کمالات؟ خصوصیات کا حامل ہے لیکن تابع کامل وہ ہے جوان ساتوں درجات سے مزین اور آراستہ ہو۔مکتوب کے آخر میں آپ نے اپنی تمنا اور آرزو کا اظہار فرمایا ہے کہ کاش علماء درجہ اولیٰ پر ہی خوش وخرم نہ رہیں اور ہدایہ و بزدوی کو ہی اپنا مقصود وحید نہ سمجھ لیں بلکہ آگے بڑھیں۔ بقول اقبال یزداں بکمند آورائے ہمت ہردانہ، اور اس دُعا پر ختم کیا ہے حققنا اللہ سبحانہ وایاکم بحقیقۃ المتابعۃ المرضیۃ المصطفویۃ ۔۔۔۔۔۔۔۔(الخ ایضاً ۱۰)

۳۳۔ مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، حصہ ہشتم، مکتوب نمبر ۶۹ شعت ونہم صفحہ نمبر ۱۵۳۔

۳۴۔ ایضاً۔دفتر اوّل، حصہ اوّل، مکتوب نمبر ۴۰ چہل صفحہ نمبر ۱۰۴

۳۵۔ ایضاً۔ دفتر دوم، حصہ ہفتم، مکتوب نمبر ۸۲۔ صفحہ نمبر ۸۲۔نورانی فریق کے مطابق زندگی گذارنے کے لیے امام ربانی نے علماء اہلسنّت کی رائے کے مطابق اعتقاد درست کرنا، فقہی عمل احکام پر عمل کرنا فرائض کی ادائیگی کا اہتمام کرنا اور حلال وحرام میں بہت احتیاط کرنا ذکر کیا ہے نیز بیان فرمایا ہے کہ اس وقت کے اکثر آدمی نوافل کی ترویج اور فرائض کی تخریب میں مشغول ہیں ۔کتنی عمدہ نشاندہی فرمائی ہے جو دورِ حاضر میں بھی معمول پہ نظر آتی ہے۔

۳۶۔ ایضاً۔دفتر اوّل، حصہ اوّل، مکتوب ۲۹ بست ونہم، صفحہ نمبر ۷۵۔۷۶

۳۷۔ ایضاً۔صفحہ نمبر ۷۷، آپ نے اپنے مکتوبات میں مختلف متداولی کتب فقہ کا ذکر بھی فرمایا ہے مثلاً ہدایہ، تلویح وغیرہ۔

۳۸۔ ایضاً۔ دفتر سوم، حصہ نہم، مکتوب نمبر ۱۰۲ اصد و دوم صہ ۸۲

۳۹۔ ایضاً دفتر اول، حصہ دوم، مکتوب ۵۷ پنجاہ و ہفتہ ص ۳۰

۴۰۔ ایضاً دفتر سوم، حصہ ہشتم، مکتوب نمبر ۱۲ دروازدہم ص ۲۲

۴۱۔ ایضاً دفتر اول، حصہ دوم، مکتوب نمبر ۶۶ شعت و ششم ص ۴۷

۴۱A۔ نیز دیکھئے دفتر اول، حصہ سوم مکتوب نمبر ۲۰۳ ص ۹۵ فیضان صحبت کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے '' جلیس الیشان از شقاوت محفوظ است در حدیث نبوی است نیز دفتر دوم، حصہ ہفتم مکتوب ۵۲ ص ۴ وھم قوم لایشقیٰ طلسھم ولا یحرم انیسھم ولایخیب مسیسھتم ...... وھم اذا را واذکر اللّٰہ ...... نظر ھم دواء و کلامھم شفا ...... الخ پوری عبارت ہم نشینی اولیاء کی ترغیب وتلقین

۴۲۔ مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، حصہ ہشتم مکتوب ۶۹ شعت و نہم ص ۱۵۳

۴۲A۔ ایضاً دفتر دوم حصہ ہفتم مکتوب ۹۲ ص ۹۴

۴۳۔ ایضاً دفتر اول، حصہ دوم، مکتوب نمبر ۸۱ ہشتاد و یکم ص ۷۵۔۷۶

۴۴۔ دفتر دوم، حصہ ہفتم، مکتوب ۹۲، ص ۹۴، ترویج اسلام کے جذبات کا تلاطم آپؒ کے سینے میں موجزن نظر آتا ہے وہ سلاطین ستائش کے مستحق ہیں جو اولیاء اللہ سے محبت وعقیدت رکھتے ہیں آپؒ نے امیر تیمور کے احترام اولیاء کا واقعہ بیان کیا ہے اور خواجہ نقشبند قدس سرہ کا یہ فرمان نقل کیا ہے '' تیمور مرد وایمان برد '' ص ۹۴

۴۵۔ المزمل، ۷۔۸

۴۶۔ مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، حصہ نہم، مکتوب نمبر ۱۰۲ اصد و دوم ص ۸۲

۴۷۔ البقرۃ، ۱۲۵

۴۸۔ التوبۃ، ۲۴

۴۹۔ مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ اول، مکتوب نمبر ۱۶: شانزدہم صفحہ: ۳۶

حضرت مجدد الف ثانی صوفیہ کی نظر میں

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی بریلی شریف (انڈیا)

ملک ہندوستان اپنی خوش نصیبی پر جس قدر بھی فخر و ناز کرے کم ہے کہ اسکی دھرتی پر اعاظم اسلام نے جنم لیکر اسلام کی شوکت و عظمت کا پرچم بلند کرنے کے ساتھ ساتھ اس کا نام بھی اونچا کیا۔

پہلی اسلامی صدی سے ہی عرب شریف اور دیگر بلاد اسلامیہ سے اولیاء، صوفیاء، علماء اور مجاہدین کا کارواں اس ملک میں آکر ٹھہرنا شروع ہو گیا اور پھر ان بندگان الٰہی اور مردان خدا نے اسی ملک کو اپنا مسکن اور وطن بنالیا اور انہیں کے وجود کی برکت اور اسلام کے فیضان سے یہ ملک نہال اور مالا مال ہوتا چلا گیا۔

حضرت غریب نواز خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رضی الرحمٰن نے اس سرزمین پر قدم رنجہ فرما کر جب اجمیر کو اپنا مسکن اور میدان عمل بنایا تو ان کے اعلیٰ اسلامی اقدار کے برتاؤ، تبلیغی مساعی اور روحانی درخشندگی نے اس سرزمین کو نور بار کر دیا۔ اسلام کا اجالا پھیلتا بڑھتا چلا گیا اور ملک ہند اسلامی دیس بن گیا۔ انہیں خواجہ بزرگ سے اس ملک میں مجددین کا ظہور شروع ہوا اور یہی پہلے ہندوستانی مجدد اسلام یعنی 7ویں صدی ہجری کے مجدد تسلیم کیے گئے۔ حضرت خواجہ خواجگان ہی کی دعاؤں اور روحانی مدد کے طفیل سلطان غوری کو رائے پتھورا پر فتح نصیب ہوئی اور ہندوستان میں مستقل مسلم حکومت کے قیام کا آغاز ہو گیا۔

زمانہ آگے بڑھتا رہا یہاں تک کہ ہندوستان کی حکومت مغلیہ خاندان میں آچکی تھی۔ اسی عہد مغلیہ میں (اکبری عہد فرمانروائی میں) 971ہجری مطابق 1564ء میں مشرقی پنجاب کے شہر سرہند میں شیخ عبدالاحد کے گھر شیخ احمد نامی ایک بچہ نے آنکھیں کھولیں۔ یہی بچہ بڑا ہو کر ایک عظیم وجلیل عالم ربانی، شیخ کامل، عارف باللہ اور قطب وقت بنکر ابھرا اور اس کے فرق اقدس پر گیارہویں صدی ہجری کی مجددیت کا تاج آراستہ ہوا۔ آج اسی مرد کامل کو زمانہ "شیخ سرہندی"، امام ربانی" اور "مجدد الف ثانی" کے نام نامی واسم گرامی سے جانتا، مانتا اور یاد کرتا ہے اور جب بھی لفظ مجدد سماعت کے جہان میں اترتا ہے تو ذہن صرف اسی مجدد ذی شان کی جانب منتقل ہو جاتا ہے۔

حضرت شیخ سرہندی امام ربانی مجدد الف ثانی نوراللہ مرقدہ نے اپنے مرشد برحق حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہٗ کی وفات (1012ھ/1603ء) کے بعد اپنی تبلیغی مساعی کو تیز تر کر دیا یہاں

تک کہ سرزمین ہند کی کایا پلٹ گئی۔

؎ ایام کا مرکب نہیں راکب ہے قلندر

کارنامہ تجدید

حضرت شیخ سرہندی، مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا دور مسلمانان ہند کیلیے بڑا قاتل دور تھا۔ باغ اسلام جسے اولیاء علماء اور سرفروشان اسلام نے اپنے خون جگر سے سینچ کر سرسبز و شاداب کیا تھا، حضرت خواجہ اجمیری اور ان کے خلفاء در خلفاء اور دوسرے صلحائے امت اور سپاہیان اسلام نے بہاروں کا شباب عطا کیا تھا، مغل شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر اسے پامال اور نذر خزاں کر رہا تھا۔ اسنے اپنی فرمانروائی کے زعم میں اپنے لیے سجدۂ تعظیمی لازمی قرار دیا، علی الصباح لوگوں کو اپنے درشن دینے کی رسم شروع کی، اور بھی کئی مشرکانہ رسوم کو فروغ دیا، ذبیحہ گاؤ پر پابندی عائد کر دی، اسلامی شعائر پامال ہونے لگے، مساجد شہید کی گئیں اور مندر تعمیر کرائے گئے، اذانوں کی صداؤں پر پہرے بٹھا دیے اور گھنٹیوں اور ناقوسوں کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ اکبر نے بغیر مسلمان کیے ہندو عورت جودھابائی سے شادی رچا کر اسے ملکہ ہند بنا دیا، غیر مسلموں کو من مانی کرنے کی چھوٹ تھی لیکن مسلمانوں پر مذہبی رسوم کی ادائیگی ناممکن بنا دی حتیٰ کہ اکبر نے ایک نئے دھرم ''دین الٰہی'' کی بنیاد رکھی۔ علماء سوء، صوفیاء خام اور دنیا پرست امراء وزراء الا ماشاء اللہ نے اس مذہب کی پیروی شروع کر دی...... مسلمان حیران و پریشان سب کچھ دیکھ رہے تھے مگر جلال اکبری کے سامنے مجبور ولاچار نظر آرہے تھے۔ ہر طرف ایک سناٹا طاری تھا، ایک خموشی برپا تھی، کسی مسجد، کسی مدرسہ، کسی دارالافتاء اور کسی خانقاہ سے کوئی امام، کوئی عالم، کوئی مفتی، کوئی شیخ میدان عمل میں اتر کر نعرہ حق بلند کرنے کیلیے تیار نہ تھا...... ہاں! ایک مرد مومن، ایک مرد کامل، اللہ کا ایک احسان یافتہ بندہ، اپنے رسول علیہ السلام کا ایک عاشق صادق، فاروقی اولاد ایمانی غیرت وحمیت کے ساتھ نعرہ حق بلند کرتا ہے۔ اس نعرہ کا گونجنا تھا کہ ایوان شاہی لرز اٹھتا ہے اور تاج وتخت ہل جاتے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی اپنے علم وعمل کی قوت وطاقت اور اپنی بے پناہ روحانی توانائی اور بے مثال عزم سے مغل اعظم شہنشاہ اکبر کے دین الٰہی کو پاش پاش کر کے رکھ دیتے ہیں اور بے دینی و گمراہی کے گھٹاٹوپ اندھیروں سے معمور فضا کو احیائے دین کے نور سے جگمگا دیتے ہیں۔

1014ھ/1605ء) میں اکبر فوت ہو جاتا ہے۔

اکبر کے مرنے کے بعد شہزادہ نور الدین محمد سلیم جہانگیر تخت شاہی پر براجمان ہوا۔ گو جہانگیر

اول آخر مسلمان تھا لیکن بے عملی کا شکار، شراب وکباب اور رقص وسرود کا رسیا تھا، اسکی کئی ہندو بیویاں تھیں۔ جہانگیر کے تخت نشین ہوتے ہی حضرت مجدد الف ثانی نے اصلاح وتبلیغ کا کام اور تیز کر دیا تھا۔ جہانگیر حضرت مجدد علیہ الرحمۃ سے متاثر تو تھا، اس نے اکبری الحاد کا خاتمہ بھی کر دیا تھا لیکن ملک میں خرافات وخرابات اور بے عملی نیز شیعیت کا اب بھی دخل تھا۔

چونکہ حضرت امام ربانی شیعی نظریات کا رد بلیغ فرماتے تھے اس لیے جہانگیر کا وزیر اعظم آصف جاہ دل ہی دل میں ان سے بیر رکھتا تھا لیکن انکے اثرات کے مدنظر جہانگیر کو ان کے معاملے میں احتیاط کا مشورہ دیا کرتا تھا۔

موقع دیکھ کر حاسدین ومخالفین نے حضرت مجدد کی جلد اول کے گیارہویں مکتوب کو توڑ مروڑ کر بادشاہ کے سامنے پیش کر کے حضرت مجدد سے باز پرس کا مشورہ دیا۔ وہ جانتے تھے کہ استقامت کا یہ کوہ گراں اور یہ پیکر عزم وعزیمت اور دین وشریعت کا پاسبان شہنشاہ ہند کو سجدۂ تعظیمی ہرگز نہ کرے گا لہٰذا اسطرح اسے شہنشاہی عتاب کا شکار ہونا پڑے گا۔ آخر یہی ہوا اور جہانگیر نے سجدہ تعظیمی بجانہ لانے پر حضرت مجدد کو قلعہ گوالیار میں قید کر دیا۔

اللہ اکبر! جو غیرتمند بندہ الٰہی اور حقیقی نائب رسالت پناہی جلال اکبری سے مرعوب نہ ہوا بھلا وہ جہانگیر کے آگے سرخم کیسے کر دیتا؟

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمیٔ احرار

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے قید وبند کی حالت میں بھی اپنی تبلیغی مساعی جاری رکھیں، سینکڑوں مشرکین انکی تبلیغ سے دامن اسلام سے وابستہ ہوئے، فساق وفجار کو مومنانہ توفیق حاصل ہوئی۔

شاعر مشرق اقبال نے حضرت مجدد کی بابت سچ ہی کہا ہے۔

وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہباں
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

صوفیاء کرام کے تاثرات

حضرت امام ربانی، مجدد الف ثانیؒ نے تجدیدِ دین وملت کا جو کارنامہ انجام دیا ہے، رہتی دنیا تک آنیوالے مسلمان ان کے اس کارنامۂ عظیم سے حرارت اور روشنی لیتے رہیں گے ان کے علم و فضل، شان ولایت، حق گوئی وبیباکی، دینی وملی خدمات اور احیائے دین وسنت کے کارناموں

سے متاثر ہو کر ان کے معاصر صوفیاء وصلحاء سے لیکر عصر موجودہ تک کے ان گنت صوفیا وعلماء نے ان کی عظمتوں کا اعتراف کیا ہے اور انہیں خراج ہائے عقیدت پیش کیے ہیں۔

چند تمہیدی کلمات اور حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے کارنامۂ تجدید کی ایک جھلک پیش کرنے کے بعد راقم انکی بابت صوفیاء کرام کے تاثرات پیش کر رہا ہے۔

یہ واضح رہے کہ صوفی وہی ہے جو عالم شریعت ہو اور پھر شریعت ہی کی روشنی اور رہنمائی میں طریقت کی منزل طے کرے۔ ہر بے نفس عالم ربانی پر صوفی کا اطلاق ہوتا ہے۔

1- مرشد مجدد حضرت خواجہ محمد باقی اللہ علیہ الرحمہ

اگر کسی مرید کا پیر خود مرید کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان ہو اور اسکی عظمتوں کا معترف ہو تو بھلا اس مرید کی بڑائی اور بلندی کا اندازہ کوئی اور کیا لگا سکتا ہے؟ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ حضرت مجدد کے پیر طریقت ہیں۔ وہ انکی بابت اس طرح اظہار خیال فرماتے ہیں:

(ترجمہ) ''شیخ احمد سرہند کے رہنے والے ہیں، بڑے عالم اور عامل ہیں۔ فقیر نے چند روز ان کے ساتھ نشست و برخاست کی ہے اور بہت سی عجیب باتیں مشاہدہ کیں۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وہ آگے چل کر ایک ایسا چراغ بنیں گے جس سے دنیا روشن ہوگی۔ الحمد للہ!''

(خواجہ محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات ص45)

2- مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی علیہ الرحمۃ

''اپنے زمانہ کے علوم عقلیہ ونقلیہ کے ماہر، عالم جلیل حضرت مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مجدد صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ کے ہم عصر علماء میں تھے۔ انہوں نے حضرت شیخ سرہندی کو ''مجدد الف ثانی'' قرار دیا اور پھر علماء وصلحاء نے اسکی تائید وتصدیق کی''۔

3- مولانا محمد حسن غولی علیہ الرحمۃ مرید شاہ محمد غوث گوالیاری رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کو ان القاب سے یاد فرمایا:

(ترجمہ) بالانشین مسند محبوبیت وصدر آمراء محفل وحدانیت، خدیو مقام فردیت وصاحب مرتبہ قطبیت'' (خواجہ محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات ص218)

4- مولانا غلام علی آزاد بلگرامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(ترجمہ) ''ایک ابر باراں ہے جس نے عرب وعجم کو سیراب کر دیا ہے۔ ایک آفتاب ہے جس کی روشنی مشرق ومغرب تک پھیل چکی ہے۔ علوم ظاہر وباطن کے جامع ہیں اور ظاہر وباطن خزانوں

کے مالک ہیں''۔ (سمتہ المرجان فی آثار ہندوستان ص 47)

5- شاہ ولی اللہ دہلوی علیہ الرحمۃ:

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ ''رد روافض'' کی عربی شرح لکھی ہے۔ اس میں تحریر فرماتے ہیں:

(ترجمہ): یہ رسالہ ایسے یکتائے زمانہ، فرید وقت اور کامل الفن نے تصنیف کیا ہے جو شریعت اور طریقت میں ثابت قدم ہے، معرفت وحقیقت میں ایک بلند پہاڑ کی مانند ہے، ناصر سنت اور قامع بدعت ہے، خدا کا روشن چراغ ہے، اسکے مومن بندوں میں سے جو چاہتا ہے اس سے روشنی حاصل کرتا ہے، دشمنان خدا، کفار اور بدعتیوں کیلیے وہ اللہ کی ننگی تلوار ہے، امام عارف ہے، روشن دماغ عالم ہے، جس کا نام مولانا شیخ احمد فاروقی ماتریدی، حنفی، نقشبندی سرہندی ہے''

(محمد منظور نعمانی: تذکرہ مجدد الف ثانی ص 303)

6- شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ ایضاح الطریقہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

''چاروں عالی شان سلسلہ ہائے طریقت سے اخذ اور کسب فیوض کے علاوہ اللہ کی درگاہ سے مواہب جلیلہ اور عطایائے نبیلہ سے سرفراز ہوئے ہیں، ان کے کمالات وحالات کو سمجھنے سے عقل متحیر وعاجز ہے۔ حضرت خواجہ قدس اللہ سرہ العزیز کے مکاتیب شریف سے آپ کے کمال کا علم ہوتا ہے''۔

(شاہ غلام علی دہلوی: ایضاح الطریقہ ص 56)

7- امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ:

ندوۃ العلماء کے ناظم مولانا محمد علی مونگیری کے نام اپنے ایک مکتوب (محرر 55 رمضان المبارک 1313ھ میں لکھتے ہیں: ''بالفعل آپ جیسے صوفی صافی منش کو حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ارشاد یاد دلاتا ہوں اور اس پر عین امتثال کی امید رکھتا ہوں حضرت ممدوح اپنے مکتوب شریف میں ارشاد فرماتے ہیں۔

''فساد مبتدع زیادہ تر از فساد صد کافر است''

مولانا خدا را انصاف! آپ یا زید اور ارا کین مصلحت دین و مذہب کو زیادہ جانتے ہیں یا حضرت مجدد؟ مجھے ہرگز آپ کی خوبیوں سے امید نہیں کہ اس ارشاد ہدایت بنیاد کو معاذ اللہ لغو و باطل جانیے اور جب وہ حق ہے اور بیشک حق ہے تو کیوں نہ مانیے'' (مکتوبات امام احمد رضا مطبوعہ لاہور ص 30، 91)

8-خلیفہ امام احمد رضا حضرت مفتی ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ:

شیخ محمد عارف مدنی کے بقول حضرت مفتی ضیاء الدین قبلہ مدنی علیہ الرحمہ نے دونوں دست مبارک سر پر رکھ کر فرمایا: حضرت مجدد علیہ الرحمہ الف ثانی ہمارے سر کے تاج ہیں، ہمارے سر کے تاج ہیں"۔

9- حضرت علامہ ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری کراچی:

"حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ عالم اسلام کے ان مشاہیر میں سے ہیں جن کے افکار و نظریات نے عالم اسلام کو متاثر کیا۔ آپ کے افکار و خیالات میں دور جدید کے مسائل و مشکلات کا حل موجود ہے" (پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد: حضرت مجدد الف ثانی ص ۱۲)

10- حضرت پیر فضل الرحمٰن آغا مجددی:

"اس وقت ہر طرف اندھیرا نظر آ رہا ہے، اس اندھیرے میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی تعلیمات مینارہ نور ہیں" (یادگار مجدد الف ثانی (مجلّہ) ص 129 مطبوعہ پاکستان 1422ھ/2002)

11-میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی سجادہ نشین آستانہ عالیہ شیر ربانی شرقپور شریف

"آپ بلا شبہ مجدد الف ثانی ہیں۔ آپ کے وجود مسعود سے ملت اسلامیہ کو حرارت ملی، جذبہ جہاد ملا اور ایک انقلاب برپا ہوا، مستقبل میں آنے والے اسلامی انقلابات میں آپ کا خون جگر شامل رہے گا۔" (یادگار مجدد الف ثانی (مجلّہ) مطبوعہ پاکستان 1422ھ/2002 ص 67)

کتابیات

1- خواجہ محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات

2- وکیل احمد سکندری پوری: ہدیہ مجددیہ

3- سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان از مولانا غلام علی آزاد بلگرامی

4- محمد منظور نعمانی: تذکرہ مجدد الف ثانی

5- شاہ غلام علی دہلوی: ایضاح الطریقہ

6- مکتوبات امام احمد رضا مطبوعہ لاہور۔

7- ڈاکٹر محمد مسعود احمد: حضرت مجدد الف ثانی

8- مجلّہ، یادگار مجدد الف ثانی

اظہاریہ

مسلک مجدد

مسلک مجدد وہ مسلک ہے جس نے انسانیت کو تہذیب و تمدن، رواداری، ہم آہنگی، اخوت، آ ثار، قربانی اور معاشرت کی وہ تعلیم دی جس نے انسانیت کو معراج بخشی۔

یہ مسلک تجدید دین کی ابتداء سے ظاہر ہوا اور اس کے اعلان کرنے کا اعزاز صرف اور صرف حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی کو حاصل ہے۔ انہوں نے اکبر بادشاہ کے دین الٰہی کو رَد کر کے برصغیر میں دین اسلام کے خلاف اٹھنے والی ہر سازش کو تحت و تاراج کر دیا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ و تاریخ اسلام کے وہ سالار ہیں جن کی آمد کی خوشخبری اُن کی پیدائش سے پانچ سو سال قبل حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے دی۔

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی کے کردار، تعلیمات، مکتوبات اور نظریات کو پوری دنیا میں عام کرنے میں جن شخصیات نے اہم کردار ادا کیا ہے اُن میں فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ وہ عرصہ زائد از پچاس سال سے دین اسلام اور خصوصاً سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی ترویج و اشاعت میں دن رات مصروف عمل ہیں۔ وہ تحریک یوم مجدد الف ثانی کے بانی ہیں اور اُن کی زیر سرپرستی اور قیادت میں سال ہا سال سے یوم حضرت مجدد الف ثانی کے پروگرام منعقد کروائے جاتے ہیں۔ حضرت صاحب باقاعدہ تمام اخبارات میں یوم مجدد الف ثانی منانے کی اپیل بھی کرتے ہیں اور اُن کی اپیل پر پاکستان بھر میں یوم مجدد الف ثانی کے پروگرام منعقد کیے جاتے ہیں۔ یہ سلسلہ صرف پاکستان تک ہی محدود نہیں بلکہ یورپ اور امریکہ تک یہ سلسلہ شب و روز جاری و ساری ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تعلیمات اور نظریات کو عام کرنے کے لیے حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی نے بہت عرصہ پہلے مسلک مجدد کے نام سے ایک رسالہ شائع کیا تھا جس کو لاکھوں کی تعداد میں چھپوا کر کئی ممالک میں پہلے ہی تقسیم کیا جا چکا ہے۔

اکیسویں صدی کے جدید تقاضوں خصوصاً معاشرتی اور اخلاقی ضروریات کے پیش نظر

حضرت میاں صاحب اس رسالہ کو جو کہ مسلک مجدد کے نام سے کئی بار شائع ہو چکا ہے ایک بار پھر خوشگوار مضامین کے اضافہ کے ساتھ شائع کر کے حضرت مجدد الف ثانی کی تعلیمات کو عملی صورت میں عوام الناس تک پہنچا رہے ہیں۔ اس اشاعت کا خصوصی مقصد حضرت مجدد الف ثانیؒ کی زندگی کے حالات، معمولات، مکتوبات اور نظریات کو عام قاری تک پہنچانا ہیں تا کہ وہ اس کو پڑھ کر اپنی عملی، معاشرتی، دینی، دنیاوی اور آخروی زندگی کو بہتر بنا سکے۔

مسلک مجدد کی اشاعت نو کے سلسلہ میں آستانہ عالیہ شرقپور شریف سے وابستہ جن لوگوں نے گرانقدر تحریری خدمات سرانجام دیں ان میں پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی، ڈاکٹر ساجدہ علوی، سید جمیل احمد رضوی، پیرزادہ سردار احمد قادری، ڈاکٹر امین اللہ وثیر، ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی (بریلی شریف) اور قاضی ظہور احمد اختر شامل ہیں۔ نیز کتاب کی طباعت و اشاعت کے مختلف مراحل میں جن احباب نے تعاون فرمایا اُن میں پروفیسر خالد بشیر صاحب، علیم تفضّل صاحب، ڈاکٹر ندیم رانا، شفیق احمد شاکر، خالد محمد نقشبندی، قاضی نور اللہ اور سعید احمد صدیقی (صدیقی پبلی کیشنز) شامل ہیں۔

ایم شیراز فیض بھٹی: (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)
الیاس چیمبرز۔ 9 ٹرنر روڈ لاہور
موبائل نمبر: 0322-4603981
042-37363659

حضرت مجدد کے بارے میں علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی نے لکھا ہے

''قدح کردن در سخن بزرگان بے مرادِ ایشان جہل است و نتیجۂ نیک نہ دارد، پس رَدّ کلامِ مشیخت پناہ عرفان دستگاہ شیخ احمد از جہل و نافہمیدگی است''۔

علامہ روزگار عبدالحکیم سیالکوٹی

ماخوذ از ہدیۂ مجددیہ کہ از رسالہ کشف الغطاء نقل کردہ

از حضرت محمد فرخ نبیرۂ حضرت مجدد

بزرگوں کے کلام پر اُن کی مراد اور مقصد کے خلاف اعتراض کرنا نہایت جہالت ہے اور اس کا نتیجہ برا ہوتا ہے۔ لہٰذا مشیخت پناہ عرفان دستگاہ شیخ احمد کے کلام کو ردّ کرنا جہالت اور ناسمجھی ہے۔

حضرت مجدد کے بارے میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے

''نسبت ایں فقیر دریں ایام و صفاے باطن بہ خدمت ایشان از حد متجاوز است و اَصلا پردۂ بشریت وغشاوۂ جبلت درمیان نہ ماندہ، نہ می داند کہ از کجا است سبحان اللہ مقلب القلوب ومبدل الاحوال''۔

(شیخ عبدالحق محدث دہلوی)

ماخوذ از کتاب بشاراتِ مظہری

ترجمہ: ان دنوں شیخ احمد سے اس فقیر کا تعلق اور اس کے دل کی صفائی حد سے زیادہ ہے۔ آپس کے تعلقات میں بشریت اور جبلت کا کوئی پردہ یا حجاب حائل نہیں رہا۔ فقیر نہیں جانتا کہ کس بنا پر یہ صورت ہوئی، پاک ہے اللہ دلوں کے پلٹنے اور حالات کا بدلنے والا۔

حضرت مجدد کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہ نے لکھا ہے۔

لَقَدْ جَرَتْ عَلَى الْإِمَامِ قُدِّسَ سِرُّهٗ سُنَّةُ اللهِ وَ عَادَتُهٗ فِي اَنْبِيَائِهٖ مِنْ قَبْلُ بِإِيْذَاءِ الظَّلَمَةِ وَالْمُبْتَدِعِيْنَ وَ اِنْكَارِ الْفُقَهَاءِ الْمُتَقَشِّفِيْنَ وَ ذٰلِكَ لِيَزِيْدَ اللهُ فِي دَرَجَاتِهٖ وَ يُلْحِقَ بِهِ الْحَسَنَاتِ مِنْ بَعْدِ وَفَاتِهٖ لَا يُحِبُّهٗ اِلَّا مُؤْمِنٌ تَقِيٌّ وَلَا يُبْغِضُهٗ اِلَّا فَاجِرٌ شَقِيٌّ۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

ماخوذ از رسالہ "تَرْجُمَةُ اَحْوَالِ الْاِمَامِ الرَّبَّانِيِّ"

برحاشیہ مکتوباتِ عربی

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کا جو طریقہ اور اس کی جو عادت مستمرہ اپنے انبیاء کے ساتھ رہی ہے، اُسی کو اس نے حضرت مجدد کے ساتھ برتا ہے کہ ظالموں اور مبتدعین نے آپ کو ایذا پہنچائی اور متقشف فقہا نے آپ کا انکار کیا، تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند کرے اور آپ کی وفات کے بعد آپ کی حسنات میں اضافہ ہو۔ مومن ہی کو آپ سے محبت ہو گی اور شقی فاجر ہی کو آپ سے عداوت"۔

حضرت ابوالحسن زید فاروقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

حضرت مجدد کے نادان معاند جب تک جھوٹے الزامات کی ترویج کرتے رہیں گے، یقیناً آپ کے درجات اور حسنات میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ ایسے افراد سے حضرت مجدد کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا بلکہ عَلٰی رَغْمِ اُنُوْفِهِمْ آپ کے درجات میں اضافہ ہو رہا ہے اور یورپ کے یہودی اور عیسائی ان نادانوں کی کذب بیانی کا پردہ فاش کر رہے ہیں اور وہاں کے نومسلم آپ کے سلسلہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ ہاں یہ نادان حضرت مجدد کے متبعین و معتقدین کا دل زخمی کر رہے ہیں۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ۔

(حضرت مجدد اور اُن کے ناقدین صفحہ 17)

حضرتِ امامِ ربّانی مجدّدِ الفِ ثانیؒ

راجہ رشید محمود ایم اے

ثنا گو ابیض و اسود، مجدّدِ الفِ ثانی کا
ہے سب لوگوں کو نام اچھا، مجدّدِ الفِ ثانی کا

تصور ایک مسلم قومیت کا آپ نے بخشا
یہ کرم ہم پر ہے شیخ احمد، مجدّدِ الفِ ثانی کا

رہی احقاقِ حق، ابطالِ باطل زندگی ان کی
جو تھا احیائے دیں مقصد، مجدّدِ الفِ ثانی کا

تصوف کی کتابوں میں ہے "مکتوبات" روشن تر
ہر اک مکتوب ہے سرمد، مجدّدِ الفِ ثانی کا

وہ پیکارِ مسلسل، جہدِ پیہم کے پیامی تھے
کرم ہے قوم پر بے حد، مجدّدِ الفِ ثانی کا

جہاں سے "ہمہ" "دینِ الٰہی" کا مٹا ڈالا
اثر تھا یہ بہ شد و مد، مجدّدِ الفِ ثانی کا

انہوں نے انفرادیت بھی سالک کی رکھی قائم
دلی ہر ایک ہے "اشہد" مجدّدِ الفِ ثانی کا

تمازت کفر و ظلمت کی ہمیں جھلسا رہی تھی جب
ہوا سایہ کناں برگد، مجدّدِ الفِ ثانی کا

رحیم اور رام کو اک ذات کہنے کی ہوئی سازش
تو تھا کردار رہ میں سد، مجدّدِ الفِ ثانی کا

ہوئی تقسیم عام جس دم وحدتِ ادیان کی باتیں
اثر انگیز تھا بس رد، مجدّدِ الفِ ثانی کا

جہاں میں غلغلہ رشد و ہدایت کا انہی سے ہے
ہے سب نیکوں کے سرپر ید، مجدّدِ الفِ ثانی کا

وہ تھے بدعت سے نفریں، عشق تھا احیائے سنت کا
یہی واحد رہا مقصد، مجدّدِ الفِ ثانی کا

ہیں فاروقی امام اپنے، مجدّدِ دین و ملت کے
جو ہے محمودؔ نام احمد، مجدّدِ الفِ ثانی کا

(قدس سرہ العزیز)

مزار مبارک حضرت میاں غلام نقشبند

(انہدام سے پہلے)



محکمہ اوقاف نے حضرت میاں شیر محمد شرقپوری نقشبندی مجددیؒ کے مزار مبارک کی توسیع کے سلسلے میں جسے تقریباً دو سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے۔ میاں غلام نقشبندؒ (ابن صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی سجادہ نشین آستانہ عالیہ شیر ربانیؒ شرقپور شریف) کے مزار مبارک کو بھی منہدم کر دیا ہے۔ کمیونی کیشن (Communication) پر محکمہ اوقاف نے یقین دلایا ہے کہ مزار مبارک کی توسیع کرنے کے بعد میاں غلام نقشبندؒ کا مزار مبارک دوبارہ بنا دیا جائے گا۔ **نیز** مزار مبارک (حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ) کی توسیع کرتے وقت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی کی والدہ ماجدہؒ کی قبر مبارک بھی منہدم کر دی گئی تھی محکمہ اوقاف سے گزارش ہے کہ ان کی قبر مبارک کی جگہ مخصوص چھت یا کوئی اور مناسب نشاندہی کر دی جائے۔

منجانب: خدّامِ آستانہ عالیہ شیرِ ربّانیؒ۔ شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ۔ پاکستان